ماہنامہ

اشراق

لاہور

مارچ ۲۰۱۷ء

زیرسرپرستی

جاوید احمد غامدی

”...ریاست پاکستان کے لیے اِس وقت سب سے بڑا مسئلہ مذہبی انتہا پسندی ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ فکر وخیال اور زبان وقلم سے آگے اب یہ قتل و غارت اور دہشت گردی کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ سیاست، معیشت، معاشرت، ہر چیز اِس کی زد میں ہے اور ہزاروں بچے، بوڑھے اور جوان اِس کی نذر ہو چکے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اِس طرح کی صورت حال میں بالآخر لڑنے ہی کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے اور ہماری ریاست کو بھی غالباً ایک دن یہی کرنا پڑے گا۔“

—— شذرات

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

المورد

المورد

ادارۂ علم و تحقیق

المورد ملت اسلامیہ کی عظیم علمی روایات کا امین ایک منفرد ادارہ ہے۔ پندرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں* یہ ادارہ اِس احساس کی بنا پر قائم کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین کا عمل ملت میں صحیح نہج پر قائم نہیں رہا۔ فرقہ دارانہ تعصّبات اور سیاست کی حریفانہ کشمکش سے الگ رہ کر خالص قرآن و سنت کی بنیاد پر دین حق کی دعوت مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو چکی ہے۔ قرآن مجید جو اِس دین کی بنیاد ہے، محض حفظ و تلاوت کی چیز بن کر رہ گیا ہے۔ دینی مدرسوں میں وہ علوم مقصود بالذات بن گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ قرآن مجید تک پہنچنے کا وسیلہ ہو سکتے تھے۔ حدیث، قرآن و سنت میں اپنی اساسات سے بے تعلق کر دی گئی ہے اور سارا زور کسی خاص مکتب فکر کے اصول و فروع اور دوسروں کے مقابلے میں اُن کی برتری ثابت کرنے پر ہے۔

المورد کے نام سے یہ ادارہ اِس صورت حال کی اصلاح کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس ادارے کا بنیادی مقصد دین کے صحیح فکر کی تحقیق و تنقید، تمام ممکن ذرائع سے وسیع پیمانے پر اُس کی نشر و اشاعت اور اُس کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔

اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے، اُس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ عالمی سطح پر تذکیر بالقرآن کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ قرآن و سنت کے مطابق خدا کی شریعت اور ایمان و اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

۳۔ دین کے صحیح الفکر علما اور محققین کو فیلو کی حیثیت سے ادارے کے ساتھ متعلق کیا جائے اور اُن کے علمی، تحقیقی اور دعوتی کاموں کے لیے اُنھیں ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں۔

۴۔ لوگوں کو آمادہ کیا جائے کہ جہاں جہاں ممکن ہے:

ا۔ اسلامی علوم کی ایسی درس گاہیں قائم کریں جن کا مقصد دین کے صحیح الفکر علما اور محققین تیار کرنا ہو۔

ب۔ ایف اے، ایف ایس سی اور اے لیول تک نہایت اعلیٰ معیار کے اسکول قائم کریں جن میں تعلیم و تعلم کے ساتھ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما اور اُن کی دینی اور تہذیبی تربیت بھی پیش نظر ہو۔

ج۔ عام اسکولوں کے طلبہ کی دینی تعلیم کے لیے ایسے ہفتہ وار مدارس قائم کریں جن میں قرآن کی دعوت خود قرآن ہی کے ذریعے سے طالب علموں کے ذہن میں اِس طرح راسخ کر دی جائے کہ بعد کے زمانوں میں وہ پورے شرح صدر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہ سکیں۔

د۔ ایسی خانقاہیں قائم کریں جہاں لوگ وقتاً فوقتاً اپنے دنیوی معمولات کو چھوڑ کر آئیں، علما و صالحین کی صحبت سے مستفید ہوں، اُن سے دین سیکھیں اور چند روز کے لیے یک سوئی کے ساتھ ذکر و عبادت میں مشغول رہ کر اپنے لیے پاکیزگی قلب و نظر کا اہتمام کریں۔

---

* شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق جون ۱۹۸۳ء۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ماہنامہ
اشراق
لاہور

جلد ۲۹ شمارہ ۳ مارچ ۲۰۱۷ء جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ

زیر سرپرستی
جاوید احمد غامدی

مدیر
سید منظور الحسن

فی شمارہ 30 روپے
سالانہ 300 روپے
رجسٹرڈ 700 روپے
(زر تعاون بذریعہ منی آرڈر)

بیرون ملک
سالانہ 30 ڈالر

فہرست

شذرات
مذہبی انتہا پسندی — جاوید احمد غامدی — ۴
فرار کب تک؟ — خورشید احمد ندیم — ۷

قرآنیات
البیان: بنی اسرائیل ۱۷: ۶۶-۸۴ (۶) — جاوید احمد غامدی — ۱۰

معارف نبوی
دوزخ کے اعمال — جاوید احمد غامدی / محمد حسن الیاس — ۱۷
ڈاڑھی مونچھ کی متکبرانہ وضع اور مذہبی لوگوں کی بدعتیں — جاوید احمد غامدی / محمد عامر گزدر — ۲۶

سیر و سوانح
حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ — محمد وسیم اختر مفتی — ۴۰

خطبات
قرآن و حدیث اور عورت کا دائرۂ کار — ساجد حمید — ۴۴

ادبیات
غزل — جاوید احمد غامدی — ۷۳

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

Post Box 5185, Lahore, Pakistan.
www.ghamidi.net, www.javedahmadghamidi.com
https://www.facebook.com/javedahmadghamidi
http://www.javedahmadghamidi.com/index.php/ishraq

شذرات

جاوید احمد غامدی

مذہبی انتہا پسندی

یہ بات اب محتاج دلیل نہیں رہی کہ ریاست پاکستان کے لیے اِس وقت سب سے بڑا مسئلہ مذہبی انتہا پسندی ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ فکر و خیال اور زبان و قلم سے آگے اب یہ قتل و غارت اور دہشت گردی کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ سیاست، معیشت، معاشرت، ہر چیز اِس کی زد میں ہے اور ہزاروں بچے، بوڑھے اور جوان اِس کی نذر ہو چکے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اِس طرح کی صورت حال میں بالآخر لڑنے ہی کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے اور ہماری ریاست کو بھی غالباً ایک دن یہی کرنا پڑے گا۔ پھر توبہ و استغفار بھی کرنی ہو گی کہ آیندہ ہم مذہب کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے کبھی استعمال نہیں کریں گے۔ اِس کی نوبت اگر آجائے تو انتہا پسندی کو اُس کی جڑ بنیاد سے اکھاڑنے کے لیے یہ چند باتیں مزید پیش نظر رہنی چاہییں:

ایک یہ کہ انتہا پسندی کا یہ عفریت براہ راست آسمان سے نازل نہیں ہوا۔ یہ اُسی مذہبی فکر کا مولود فساد ہے جو نفاذ شریعت اور جہاد و قتال کے زیر عنوان اور کفر، شرک اور ارتداد کے استیصال کے لیے ہمارے مدرسوں میں پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے۔ انتہا پسند افراد اور تنظیمیں اُسی سے الہام حاصل کرتی ہیں اور کچھ ترمیمات کے بعد اپنے پیش نظر مقاصد کے لیے اُس کو عمل کے سانچے میں ڈھال لیتی ہیں۔ یہ مذہبی فکر قرآن و حدیث کی جن تعبیرات پر مبنی ہے، اُن کی غلطی دور حاضر میں اسلام کے جلیل القدر مفکرین واضح کر چکے ہیں۔ علم و استدلال کے مقابلے میں ہنگامہ و احتجاج اور زور و قوت کے اظہار کا طریقہ ختم ہو جائے تو اِن مفکرین کے رشحات فکر ذہنوں کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ رائج مذہبی فکر کے مقابلے میں یہ گویا ایک جوابی بیانیہ (counter narrative) ہو گا۔ لیکن پاکستان کا المیہ یہ ہے کہ اُس میں دین و شریعت کی حفاظت کا یہی طریقہ رائج ہے۔ تہذیب اور شایستگی کے ساتھ اختلاف رائے کی روایت بدقسمتی سے یہاں

قائم نہیں ہوسکی۔ یہ صورت حال تقاضا کرتی ہے کہ ہمارے اہل دانش اور ارباب حل وعقد مذہبی افکار کے آزادانہ اظہار کے لیے بھی اُسی طرح حساس ہوں، جس طرح وہ سیاسی افکار کے معاملے میں حساس ہیں اور اِس آزادانہ اظہار کو روکنے کے لیے جو لوگ دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں، اُنھیں صاف صاف بتا دیں کہ یہ دباؤ ناقابل قبول ہے۔ وہ اگر اپنے ساتھ اختلاف رکھنے والوں کی غلطی واضح کرنا چاہتے ہیں تو اُن کے لیے بھی واحد راستہ یہی ہے کہ اُسے علم واستدلال سے واضح کرنے کی کوشش کریں۔ علم کی دنیا میں ہنگامہ واحتجاج اور جبر واستبداد کے لیے کوئی گنجایش نہیں ہے۔ پھر یہ اہل دانش اور ارباب حل وعقد خود بھی اُس بیانیہ کو سمجھنے کی کوشش کریں جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مسلمانوں کے معاشرے میں سیکولرازم کی تبلیغ نہیں، بلکہ مذہبی فکر کا ایک جوابی بیانیہ ہی صورت حال کی اصلاح کر سکتا ہے۔ علامہ اقبال نے ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے زیرعنوان اپنے خطبات میں اِسی حقیقت کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی تھی۔

دوسری یہ کہ ہم کسی شخص کو یہ اجازت تو نہیں دیتے کہ بارہ سال کی عمومی تعلیم کے بغیر ہی وہ بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر یا کسی دوسرے شعبے کا ماہر بنانے کے ادارے قائم کرلے۔ مگر دین کا عالم بننے کے لیے اِس طرح کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اِس مقصد کے لیے طلبہ ابتدا ہی سے ایسے مدرسوں میں داخل کر لیے جاتے ہیں، جہاں اُن کے مستقبل کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ قدرت نے، ہوسکتا ہے کہ اُنھیں ڈاکٹر، انجینئر، سائنس دان یا شاعر و ادیب اور مصور بننے کے لیے پیدا کیا ہو، مگر یہ مدارس اُن کی اہلیت اور ذوق ورجحان سے قطع نظر اُنھیں عالم بناتے اور شعور کی عمر کو پہنچنے کے بعد زندگی کے کسی دوسرے شعبے کا انتخاب کر لینے کے مواقع اُن کے لیے ختم کر دیتے ہیں۔ پھر جن کو عالم بناتے ہیں، بارہ سال کی عمومی تعلیم سے محرومی کے باعث اُن کی شخصیت کو بھی ایک ایسے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں جس سے وہ اپنے ہی معاشرے میں اجنبی بن کر رہ جاتے ہیں۔ اِس غلطی کے نتائج اب پوری قوم بھگت رہی ہے۔ چنانچہ ناگزیر ہے کہ دینی تعلیم کے اداروں کو بھی اختصاصی تعلیم کے دوسرے اداروں کی طرح پابند کیا جائے کہ بارہ سال کی عمومی تعلیم کے بغیر وہ کسی طالب علم کو اپنے اداروں میں داخل نہیں کریں گے۔

ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تنہا یہی اقدام اُس صورت حال کو تبدیل کر دے گا جو اِس وقت دینی تعلیم کے اداروں نے پیدا کر رکھی ہے۔ لیکن اِس کے لیے ضروری ہے کہ عمومی تعلیم کا نظام جو مہارت ہر شعبۂ زندگی میں اختصاصی تعلیم کے لیے فراہم کرتا ہے، وہ دین کا عالم بننے کے لیے بھی فراہم کرے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ اِس کے لیے عمومی تعلیم کے چند منتخب اداروں میں بالکل اُسی طرح ایک دینیات گروپ شروع کیا جائے، جس طرح سائنس اور آرٹس

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

کے گروپ اِس وقت موجود ہیں تاکہ جو طلبہ دین کے عالم بننا چاہتے ہوں، وہ اپنی تعلیم کے نویں سال سے اِس گروپ کا انتخاب کریں اور اِس شعبے کی اختصاصی تعلیم کے اداروں میں داخلے کی اہلیت اپنے اندر پیدا کرلیں۔

تیسری یہ کہ انتہا پسندی سے نجات کے لیے اُس ریاست کا خاتمہ ضروری ہے جو علما کو جمعہ کے منبر اور مساجد کے اہتمام سے ہمارے ملک میں حاصل ہو چکی ہے۔ اہل علم اِس حقیقت سے واقف ہیں کہ نماز جمعہ کے بارے میں جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی، وہ یہ تھی کہ اُس کی امامت اور اُس کا خطاب سربراہ حکومت اور اُس کے عمال کریں گے۔ اُن کے سوا کوئی دوسرا شخص اگر اُن کی کسی معذوری کی صورت میں جمعہ کے منبر پر کھڑا ہوگا تو اُن کی اجازت سے اور اُن کے قائم مقام کی حیثیت سے کھڑا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہ سنت پوری شان کے ساتھ قائم رہی، لیکن بعد کے زمانوں میں جب حکمران اپنے اعمال کی وجہ سے اِس کے اہل نہیں رہے تو جمعہ کا منبر خود اُنھوں نے علما کے سپرد کر دیا۔ مذہب کے نام پر فتنہ وفساد کو اصلی طاقت اِسی سے حاصل ہوئی۔ یہ صورت حال تبدیل ہونی چاہیے اور ہمارے حکمرانوں کو پورے عزم و جزم کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیے کہ اِس نماز کا اہتمام اب حکومت کرے گی اور یہ صرف اُنھی مقامات پر ادا کی جائے گی جو ریاست کی طرف سے اِس کے لیے مقرر کر دیے جائیں گے۔ اِس کا منبر حکمرانوں کے لیے خاص ہوگا۔ وہ خود اِس نماز کا خطبہ دیں گے اور اِس کی امامت کریں گے یا اُن کی طرف سے اُن کا کوئی نمایندہ یہ ذمہ داری ادا کرے گا۔ ریاست کے حدود میں کوئی شخص اپنے طور پر اِس نماز کا اہتمام نہیں کر سکے گا۔

اِسی طرح فیصلہ کرنا چاہیے کہ عام نمازوں کی مسجدیں بھی حکومت کی اجازت سے بنائی جائیں گی۔ وہ کسی خاص فرقے یا مکتب فکر کی مسجدیں نہیں ہوں گی، بلکہ خدا کی مسجدیں ہوں گی، جہاں تنہا اُسی کی عبادت کی جائے گی۔ مسجد مسلمانوں کا ایک اجتماعی ادارہ ہے، اُسے افراد اور تنظیموں کے کنٹرول میں نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی حکومت جہاں بھی قائم ہو، وہ مسجدوں پر اپنا اقتدار پوری قوت کے ساتھ قائم رکھے اور کسی شخص کو اجازت نہ دے کہ وہ اُنھیں کسی تنظیم، تحریک یا کسی خاص نقطۂ نظر کی اشاعت کے لیے استعمال کرے اور اِس طرح خدا کی عبادت گاہوں کے بجاے اُنھیں مسلمانوں کے درمیان تفریق کے مراکز میں تبدیل کر دے۔

یہ اقدام ناگزیر ہے۔ اِس کی برکات اگر کوئی شخص دیکھنا چاہے تو اُن ملکوں میں جا کر دیکھ سکتا ہے، جہاں مسجدوں کے انتظام و انصرام کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

[۲۰۱۳ء]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خورشید احمد ندیم

فرار کب تک؟

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پانی سر سے گزر چکا۔ حقائق تلخ ہیں لیکن اب سامنا کیے بغیر چارہ نہیں۔

دہشت گردی کے تین اسباب ظاہر و باہر ہیں: ایک دین کی وہ تعبیر جو اس وقت غالب ہے اور کم و بیش تمام مذہبی سیاسی جماعتیں جسے قبول کرتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ کھل کر اعتراف نہ کریں۔ دوسرا قومی سلامتی کا وہ بیانیہ جو مذہب سے وابستہ ہے۔ تیسرا علاقائی سیاست جس میں دہشت گردی کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے۔ تینوں اسباب کو سمجھے اور ان کا تدارک کیے بغیر اصلاح کا کوئی امکان نہیں۔

آج دین کی غالب تعبیر یہی ہے کہ اسلام سیاسی غلبے کے لیے آیا ہے اور اس کی جدوجہد مطالباتِ دین میں سے ہے۔ ایک عالمی خلافت کا قیام مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے۔ دنیا دو حصوں میں منقسم ہے: حزب اللہ، یعنی وہ مسلمان جو اس غلبے کے لیے متحرک ہیں۔ دوسرے حزب الشیطان۔ یہ وہ ہیں جو اسلام کو نہیں مانتے یا وہ مسلمان جو ان سے تعلقات رکھتے ہیں۔ قومی ریاست کا وجود اور موجودہ سرحدیں استعمار کی دین ہیں، بطور مسلمان ہم جنھیں قبول کرنے کے پابند نہیں۔ ہم قرب قیامت کے دور سے گزر رہے ہیں جس کے بارے میں پیشین گوئیاں موجود ہیں کہ اس دور میں کفر اور اسلام کے مابین فیصلہ کن معرکہ برپا ہونا ہے۔ دنیا میں اس کے لیے صف بندی ہو رہی ہے۔ پاکستان کو اس معرکے میں مرکزی کردار ادا کرنا ہے۔ اسی وجہ سے قدرت نے پاکستان کو ایٹمی قوت بنایا ہے۔

دین کی یہ تعبیر زبان اور قلم سے پیش کی جاتی ہے۔ ہمارا میڈیا اس کی اشاعت و ترویج کرتا ہے۔ اس کے ماننے والے پاکستان میں اکثریت میں ہیں۔ ریاست نے اس کا کوئی متبادل بیانیہ مرتب نہیں کیا۔ وہ اس باب میں شدید

ابہام کا شکار ہے۔ ریاست نہ تو اس بیانیے کی اشاعت کو روک سکی ہے اور نہ ہی اس کی غلطی واضح کر سکی ہے۔ پاکستان میں مذہبی سیاست کے علم بردار فی الجملہ اسی تعبیر کو مانتے ہیں۔

دوسرا سبب قومی سلامتی کا بیانیہ ہے جو مذہبی ہے۔ پاکستان ایک قومی ریاست ہے جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ہم نے اس قومی ریاست کی سلامتی کے لیے جو بیانیہ ترتیب دیا، اس کی بنیاد مذہب میں ہے۔ اس قومی ریاست کے دفاع کو ہم جہاد کہتے ہیں۔ اس کے لیے اگر کوئی رضا کارانہ جدوجہد کرتا ہے تو ریاست اس کی تحسین اور تائید کرتی ہے۔ ریاست نے اس بات کو نظر انداز کیا کہ مذہب ایک عالم گیر وحدت کا نام ہے جو روحانی اساسات رکھتا ہے۔ مذہب کو اگر ایک ایسی قومی ریاست کے دفاع کے لیے استعمال کیا جائے جس کی متعین سرحدیں ہیں تو اس سے تضاد واقع ہو گا۔ قومی سلامتی کے دفاع کے لیے وہی بیانیہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو اس کی سرحدوں میں مقید رہ سکے۔ مذہب یہ نہیں کہتا کہ صرف پاکستان کا دفاع کیا جائے اور افغانستان کا نہیں۔ کیا افغانستان مسلمانوں کا ملک نہیں ہے؟ جو آدمی مذہبی بنیادوں پر پاکستان کا دفاع کرتا ہے، اسے افغانستان کے دفاع سے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ افسوس کہ ریاست نے تجربات کے باوجود اس پہلو کو نظر انداز کیا۔ ریاست کا دفاعی بیانیہ تادمِ تحریر مذہب پر کھڑا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تیسرا سبب علاقائی مفادات ہیں۔ افغانستان کے ساتھ ہمارے تعلقات کشیدہ ہیں۔ افغانستان کا الزام ہے کہ پاکستان کی سرزمین پر وہ لوگ موجود ہیں جو افغانستان میں دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہیں۔ اب دکھائی یہ دیتا ہے کہ جواباً افغانستان ان عناصر کے لیے پناہ گاہ بن چکا جو پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہیں۔ دونوں ریاستیں، یہ تاثر ملتا ہے کہ قومی مفاد کے نام پر عوام کے جان و مال سے بے نیاز ہو رہی ہیں۔

ان اسباب پر اگر اتفاق رائے ہو تو حل تلاش کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ پہلے سبب کا حل یہ ہے کہ منظم طریقے سے دین کی اس تعبیر کی غلطی کو واضح کیا جائے۔ ریاست اس باب میں اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ نیشنل ایکشن پلان کے تحت، سب سے پہلے اس تعبیر کی اصلاح کو ہدف بنانا چاہیے تھا۔ اب تک ایسا نہیں ہو سکا۔ ریاست کے ذمہ داران ابھی تک ابہام کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دہشت گردوں کو سہولت کار میسر ہیں۔ ریاست نے دہشت گردوں کو ہدف بنایا، لیکن ان اسباب کو نہیں۔

مذہبی سیاست کے علم برداروں کو بھی اپنا نقطۂ نظر واضح کرنا ہو گا۔ انھیں بتانا ہو گا کہ کیا اس تعبیر دین کو وہ درست مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو ان کا جوابی بیانیہ کیا ہے؟ میرے نزدیک اب لازم ہے کہ یہ جماعتیں اس باب میں اپنا موقف دو اور دو چار کی طرح قوم کے سامنے پیش کریں اور بتائیں کہ وہ داعش یا عسکری تنظیموں سے کیسے مختلف ہیں؟ ان کا

اختلاف اگر ہے تو یہ نظری ہے یا حکمت عملی کا؟

دوسرا سبب بھی لازم ہے کہ نیشنل ایکشن پلان کا حصہ بنے۔ اگر قومی سلامتی کا وہی بیانیہ باقی رہنا ہے جس کی بنیاد مذہب پر ہے تو پھر عسکری تنظیموں کا راستہ نہیں روکا جا سکتا۔ عسکری تنظیمیں جب بن جاتی ہیں تو ان کی سرگرمیوں کو محدود رکھنا ممکن نہیں رہتا۔ پاکستان کی گذشتہ چالیس سالہ تاریخ اس کی شہادت ہے۔ لازم ہے کہ قومی سلامتی کے بیانیے میں عسکری ذمہ داری فوج اور ریاست کے پاس ہو۔ اس کے علاوہ کسی کو یہ حق نہ ہو کہ وہ دفاع پاکستان کے نام پر ہتھیار اٹھائے۔ اس کی ایک فرع یہ ہے کہ کسی سیاسی یا مذہبی جماعت کو یہ حق نہ ہو کہ وہ دفاع پاکستان کے باب میں ایسی پالیسی کو فروغ دے جو ریاست کی حکمت عملی سے متصادم ہو۔ پاکستان کی سلامتی کے لیے اب ناگزیر ہے کہ اسے قومی سلامتی کے خود ساختہ محافظوں سے نجات دلائی جائے۔

تیسرے سبب کے خاتمے کے لیے اب ناگزیر ہے کہ افغانستان کے ساتھ دو اور دو چار کی طرح بات کی جائے۔ دسمبر ۲۰۱۴ء کے حادثے کے بعد جنرل راحیل شریف افغانستان گئے تھے۔ بعد کے واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ عدم اعتماد کی فضا ختم نہیں ہو سکی۔ اب ناگزیر ہے کہ افغانستان اور پاکستان یہ طے کریں کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف اپنی سرزمین استعمال نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے ساتھ یہ بھی لازم ہو گیا ہے کہ مجرموں کے باہمی تبادلے کا معاہدہ کیا جائے۔ محض فہرست دینے سے بات نہیں بنے گی۔ جواباً وہ ایک فہرست ہمیں تھما دیں گے۔

۲۰۱۷ء پاکستان کے لیے فیصلہ کن ہے۔ پاکستان کی معیشت ایک نئے دور میں داخل ہو چکی۔ ساری دنیا اعتراف کر رہی ہے کہ اب مستقبل پاکستان کا ہے۔ بھارت میں موجود تمام امکانات کو کھنگالا جا چکا۔ اب دنیا کی نظر پاکستان پر ہے۔ اس مرحلے پر دہشت گردی ایک بار پھر پاکستان کے مفاد کے درپے ہے۔ اگر قومی سلامتی مطلوب ہے تو لازم ہے کہ قومی سلامتی کا نیا بیانیہ ترتیب دیا جائے۔ اس کے لیے ان تین اسباب کو ہدف بنائے بغیر کوئی راستہ نہیں۔ ریاست کو اب منفعلانہ کے بجائے فاعلانہ کردار ادا کرنا ہوگا۔

(بشکریہ: روزنامہ ''دنیا'')

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اشراق

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ بنی اسرائیل

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ
رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ
اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

(لوگو)، تمھارا پروردگار وہی ہے جو تمھارے لیے سمندر میں کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو۔ اِس میں شبہ نہیں کہ وہ تمھارے حال پر بڑا مہربان ہے۔ تمھیں جب سمندر میں مصیبت پہنچتی ہے تو اُس کے سوا جن کو پکارتے ہو، وہ سب بھولے بسرے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہی پروردگار جب تمھیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو منہ موڑ جاتے ہو۔[۱۹۳] حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ ۶۶-۶۷

۱۹۳؎ یہ انسان کے عام رویے کی مثال دی ہے کہ ہزاروں ٹن کے وزنی جہاز جو سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے رواں دواں ہیں، سب خدا ہی کے حکم سے چل رہے ہیں۔ خدا نے یہ اہتمام اِس لیے کیا ہے کہ انسان اُس کا فضل تلاش کرے اور اُس پر خدا کا شکر گزار ہو، لیکن انسان کا المیہ یہ ہے کہ یہی جہاز کسی طوفان میں گھر جائیں تو اُسے خدا یاد آجاتا ہے اور جوں ہی طوفان سے نکل جائیں، پھر نہ وہ طوفان اور اُس کی مصیبت یاد رہتی ہے اور نہ خدا، جس کے

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا
تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿٦٨﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ
قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ
وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ
فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ

سو کیا اِس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ اُسی خشکی کی طرف لے جا کر تمھیں زمین میں دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے، پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ؟ یا اِس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ تمھیں دوبارہ سمندر میں لے جائے، پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے اور تمھاری ناشکری کے بدلے تم کو غرق کر دے، پھر تم اپنے لیے ایسا کوئی نہ پاؤ جو اُس پر ہمارا پیچھا کرنے والا ہو؟ ۶۸-۶۹

ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور خشکی اور تری میں اُن کو سواری عطا فرمائی ہے اور اُن کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُنھیں نمایاں فضیلت دی ہے[194]۔ (اِس پر بھی وہ ناشکری کرتے ہیں)۔ اُنھیں یاد رکھنا چاہیے، جس دن ہم سب لوگوں کو اُن کے رہنماؤں سمیت بلائیں گے،[195] پھر جن لوگوں کو اُن کا اعمال نامہ اُن کے دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا، وہی اپنا اعمال نامہ (خوشی سے) پڑھیں گے[196] اور اُن کے ساتھ ذرہ برابر ناانصافی نہ ہوگی۔ اِس کے برخلاف جو اِس

سامنے اُس وقت گڑگڑا رہے تھے۔

۱۹۴ انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت یقیناً حاصل ہے، مگر یہ فضیلت کلی نہیں ہے۔ آیت سے واضح ہے کہ بعض مخلوقات انسان پر بھی فضیلت رکھتی ہیں۔

۱۹۵ یعنی اچھے لوگ اپنے رہنماؤں کے ساتھ اور برے لوگ اپنے رہنماؤں کے ساتھ۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”ہر گروہ کو اُن کے لیڈروں اور مقتداؤں کے ساتھ جمع کرنے میں اعزاز وتکریم کا پہلو بھی ہے اور اتمام حجت کا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾
وَاِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ
خَلِیْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا

(دنیا) میں اندھے بنے رہے، وہ آخرت میں بھی اندھے اور راستے سے بہت دور پڑے ہوئے ہوں گے۔[۱۹۷] ۷۰-۷۲

(اے پیغمبر)، قریب تھا کہ یہ اُس چیز سے ہٹا کر تم کو فتنے میں ڈال دیں جو ہم نے تمھاری طرف وحی کی ہے تا کہ اِس (قرآن) کے سوا تم کوئی دوسری بات ہم پر افترا کر کے پیش کرو۔[۱۹۸] اگر تم ایسا کرتے تو یہ ضرور تمھیں اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے تمھیں مضبوط نہ رکھا ہوتا تو بعید نہیں تھا کہ تم بھی اِن کی طرف

پہلو بھی۔ اتقیا کے لیڈر تو یہ دیکھیں گے کہ الحمد للہ جس اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے اُنھوں نے بازیاں کھیلیں، اُس کا انجام اِس شاندار صورت میں سامنے آیا اور اشرار کے لیڈر اپنی کارستانیوں کے انجام دیکھیں گے اور اُن کی پیروی کرنے والے اُن پر لعنت بھیجیں گے اور اُن کے لیے، جیسا کہ دوسرے مقام میں تصریح ہے، دونے عذاب کا مطالبہ کریں گے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۵۲۵)

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

۱۹۶ اصل الفاظ ہیں: 'فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ'۔ اِن میں فعل اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اِس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ جن کا اعمال نامہ اُن کے بائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا، وہ اُس کو پڑھنا تو ایک طرف، اُس کو لیتے ہی پیٹھ پیچھے چھپانے کی کوشش کریں گے اور اپنی بدبختی پر اپنا سر اور منہ پیٹیں گے۔

۱۹۷ یعنی اُس راستے سے جو اُن کو اُن کی منزل مقصود تک لے جا سکتا تھا۔ اِس کے مقابل میں جن لوگوں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور خدا کی نشانیوں سے فائدہ اٹھایا، وہ اپنی منزل کو پورے دن کی روشنی میں دیکھیں گے اور بغیر کسی رکاوٹ کے شاداں و فرحاں اُس تک پہنچ جائیں گے۔

۱۹۸ اصل الفاظ ہیں: 'وَاِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ'۔ اِن میں 'عَنْ' اشارہ کر رہا ہے کہ 'لَیَفْتِنُوْنَكَ' یہاں 'یصرفونك' یا اِس کے ہم معنی کسی لفظ پر متضمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم چونکہ اِن کے ایمان کے حریص ہو، اِس لیے تمھاری اِس خواہش سے فائدہ اٹھا کر یہ تمھیں اِس فتنے میں ڈالنا چاہتے تھے کہ ایمان و اسلام کی طرف کچھ بڑھنے کا تاثر دے کر تمھیں آمادہ کریں کہ اپنی دعوت میں تم کچھ ترمیم کر لو اور اِس طرح یہ تم کو

لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ﴿۷۵﴾
وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ مِنۡهَا وَاِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ
خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

کچھ جھک پڑو[199]۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم تمھیں زندگی اور موت، دونوں کا دہرا عذاب چکھاتے[200]، پھر تم ہمارے مقابلے میں اپنا کوئی مددگار نہ پاتے[201]۔ ۷۳-۷۵

یہ اِس سرزمین[202] سے تمھارے قدم اکھاڑ دینے کے درپے ہیں تاکہ تم کو یہاں سے نکال دیں۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو تمھارے بعد یہ بھی کچھ زیادہ دیر ٹھیرنے نہ پائیں گے[203]۔ تم سے پہلے اپنے جو رسول بھی ہم نے بھیجے ہیں، اُن کے بارے میں اِس سنت کو یاد رکھو[204] اور ہماری اِس سنت میں تم کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

تمھارے موقف سے ہٹا دیں۔

۱۹۹؎ مطلب یہ ہے کہ اِن کی پیش کش کو سن کر تم بھی کچھ تذبذب میں پڑ گئے تھے، مگر راہ حق پر تمھاری استقامت کے صلے میں خدا کی توفیق شامل حال ہوئی اور اُس نے تمھیں اِس صورت حال سے نکال دیا۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ نبی کے معصوم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اُس کو کوئی تذبذب کی حالت پیش نہیں آتی یا کوئی غلط میلان اُس کے دل میں خطور نہیں کرتا، بلکہ اِس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اول تو اُس کا میلان کبھی جانب نفس میں نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ جانب خیر میں ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ جانب خیر میں بھی اگر وہ کوئی ایسا قدم اٹھاتا نظر آتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُس کو بچا لیتا ہے اور صحیح سمت میں اُس کی رہنمائی فرما دیتا ہے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۵۲۸)

۲۰۰؎ یعنی دنیا میں بھی دہرا عذاب چکھاتے اور موت کے بعد آخرت میں بھی۔ یہ اُسی قاعدے پر ہے کہ جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

۲۰۱؎ اِس میں خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لیکن عتاب کا رخ، اگر غور کیجیے تو اُنھی منکرین کی طرف ہے جو سمجھوتے کی تجویزیں لے کر آ رہے تھے۔ اُنھیں تنبیہ فرمائی ہے کہ جس پروردگار کی دعوت کے جواب میں وہ اِس طرح کی تجویزیں پیش کر رہے ہیں، وہ اُنھیں کس نگاہ سے دیکھتا ہے۔

۲۰۲؎ یعنی سرزمین مکہ سے۔

۲۰۳؎ اللہ کے رسول کو ہجرت پر مجبور کر دیا جائے تو اُس کے قوم کو چھوڑ کر نکلتے ہی قوم کی امان اٹھ جاتی ہے اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿٧٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ

(یہ مرحلہ یقیناً مشکل ہے، سو اِس میں صبر و استقامت کے لیے) سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز کا اہتمام رکھو[۲۰۵] اور خاص کر فجر کی قراءت کا[۲۰۶]، اِس لیے کہ فجر کی قراءت روبرو ہوتی ہے[۲۰۷] اور رات کو بھی اِسی طرح اٹھو (اور نماز پڑھو)۔ یہ تمھارے لیے مزید برآں ہے[۲۰۸]۔ تم امید

عذاب کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ آگے فرمایا ہے کہ یہ ایک سنت الٰہی ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہ پیشین گوئی اِسی سنت کے مطابق کی گئی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے نکل جانے کے بعد حرف بہ حرف پوری ہوگئی۔

۲۰۴؎ اصل میں یہ فعل محذوف ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، اِس اسلوب میں فی الجملہ تخصیص ذکر کا پہلو مضمر ہوتا ہے اور براہ راست اصل چیز کو نگاہ کے سامنے کر دیتا ہے۔

۲۰۵؎ یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے اوقات میں پورے اہتمام کے ساتھ پڑھتے رہو۔ نماز کے یہ اوقات چونکہ ہر شخص کو معلوم تھے، اِس لیے بالاجمال فرمایا ہے کہ 'لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ' نماز کا اہتمام رکھو۔ اِس میں 'دُلُوْك' کا 'ل' وقت کے مفہوم میں ہے اور عربی زبان میں یہ اِس مفہوم کے لیے معروف ہے۔

۲۰۶؎ اصل الفاظ ہیں: 'وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ'۔ اِن سے مراد نماز فجر میں قرآن کی قراءت ہے۔ یہ بات چونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے تعلق سے واضح تھی، اِس لیے لفظوں میں بیان نہیں ہوئی۔ لفظ 'قُرْاٰن' کا نصب ہمارے نزدیک تخصیص ذکر کے لیے ہے، یعنی 'أخص بالذکر قرآن الفجر'۔ اِس سے فی الجملہ طول قراءت کی طرف بھی اشارہ ہو رہا ہے اور جہر قراءت کی طرف بھی۔ اِسی طرح یہ اسلوب نماز فجر، بالخصوص اُس میں قرآن مجید کی قراءت کی اہمیت کو بھی واضح کرتا ہے۔

۲۰۷؎ یعنی اِس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ روایتوں میں اِس کی تصریح ہے*۔ یہ اِسی کی برکت ہے کہ اِس نماز میں امام اور مقتدی، دونوں کو دل و دماغ کا حضور حاصل ہوتا ہے۔

۲۰۸؎ اِس سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز تہجد کا اہتمام اُسی طرح ضروری تھا، جس طرح عام مسلمانوں کے لیے پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام ضروری ہے۔ اُن کے لیے یہ ایک نفل نماز ہے جس کا اہتمام اگر امت کے علما کریں گے تو دعوت کی جدوجہد میں اُن کے لیے بھی، اگر اللہ نے چاہا تو یہ نصرت الٰہی کے حصول کا

* بخاری، رقم ۴۴۴۰۔ مسلم، رقم ۶۴۹۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

رکھو کہ[۲۰۹] تمھارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو اِس طرح اٹھائے کہ یہ اٹھانا محمود خلائق ہو[۲۱۰] اور دعا کرتے رہو کہ پروردگار، مجھ کو (جہاں داخل کرنا ہے)، اِس طرح داخل کر کہ وہ عزت کا داخل کرنا ہو اور (جہاں سے نکالنا ہے)، اِس طرح نکال کہ وہ عزت کا نکالنا ہو اور خاص اپنے پاس سے قوت و اقتدار کو میرا مددگار بنا دے[۲۱۱]۔ اور، (اے پیغمبر)، اعلان کردو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، اِس

ذریعہ ہوگی، اِس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں اِسی پہلو سے اِس کی تاکید فرمائی ہے۔

۲۰۹؎ اصل میں لفظ 'عَسٰی' آیا ہے۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی نسبت سے آتا ہے تو امید و رجا کے جس مفہوم پر یہ دلالت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے بجائے مخاطبین سے متعلق ہو جاتی ہے۔

۲۱۰؎ اصل میں 'مَقَامًا مَّحْمُوْدًا' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اِن میں 'مَقَامًا' ہمارے نزدیک ظرف کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ مصدر کے معنی میں ہے اور یہاں مفعول مطلق کے طور پر آیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''... چونکہ لفظ 'بَعْث' اور 'مَقَام' میں معنی کا اشتراک موجود ہے، اِس لیے کہ 'بَعْث' کے معنی اٹھانے اور 'مَقَام' کے معنی کھڑے ہونے اور اٹھنے کے ہیں، اِس وجہ سے اِس کے مفعول مطلق واقع ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تمھاری مخالفت و مذمت میں یہ شور و غوغا برپا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے، لیکن تم اپنے موقف حق پر ڈٹے رہو، نمازوں بالخصوص تہجد کا خاص اہتمام کرو اور یہ توقع رکھو کہ تمھارا رب تمھیں اِس حال میں اٹھائے گا کہ ایک عظیم امت کی زبانوں پر تمھارے لیے ترانۂ حمد ہوگا اور عند اللہ بھی تمھاری مساعی محمود و مشکور ہوں گی۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۵۳۱)

۲۱۱؎ یہ ہجرت کی دعا ہے۔ اوپر بیان ہوا ہے کہ قریش اب آپ کو مکہ سے نکالنے کے درپے تھے۔ یہ دعا اِسی تعلق سے تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس کی تلقین بتا رہی ہے کہ بظاہر یہ ایک دعا ہے، مگر حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ایک عظیم بشارت ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں، اِس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے نکلنے سے پہلے ہی آپ کے داخل ہونے کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ آپ کا نکلنا اور داخل ہونا، دونوں عزت و وقار اور رسوخ و استحکام کے ساتھ ہوگا اور اِس سفر میں غلبہ، اقتدار اور نصرت الٰہی کا خاص بدرقہ آپ کے ہم رکاب ہوگا۔ مزید یہ کہ آپ کا پروردگار یہ سارا انتظام اپنے پاس سے فرمائے گا۔ آیت میں 'مِنْ لَّدُنْكَ' کے الفاظ اِسی حقیقت کی

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

لیے کہ یہ باطل مٹنے ہی والا تھا۔[۲۱۲] ۷۶-۸۱

ہم اِس قرآن میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، مگر اِن ظالموں کے لیے یہ (اُن کے) خسارے ہی میں اضافہ کر رہا ہے۔ انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جب ہم اُس کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا اور پہلو بدل لیتا ہے[۲۱۳] اور جب اُس کو مصیبت پہنچتی ہے تو بالکل مایوس ہو جاتا ہے۔ (اِن کا حال بھی یہی ہے، اِس لیے) کہہ دو کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ سو تم میں سے جو زیادہ صحیح راستے پر ہیں، اُنھیں تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے۔[۲۱۴] ۸۲-۸۴

طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

۲۱۲؎ یعنی اِس کے لیے یہی مقدر تھا کہ ایک دن مٹ جائے۔ یہ ایک سنت الٰہی کا بیان ہے۔ ہجرت اِس کے ظہور کا دیباچہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اِس کی دعا تلقین کی گئی تو ساتھ ہی حکم ہوا کہ اب یہ اعلان بھی کر دیا جائے کہ اِس سرزمین میں باطل کو شکست ہو گی اور خدا کا رسول جو حق لے کر آیا ہے، اُس کا بول لازماً بالا ہو کر رہے گا۔ قرآن کی یہ پیشین گوئی فتح مکہ کے دن اِس شان کے ساتھ پوری ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیزے کی انی سے بیت اللہ کے اندر رکھے ہوئے بت توڑتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔

۲۱۳؎ پہلو بدل لینا اعراض کی تصویر ہے جس کے لیے آیت میں 'نَاٰبِجَانِبِهٖ' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن سے اعراض میں نفرت، بے زاری اور غرور و تکبر کا انداز نمایاں ہوتا ہے۔

۲۱۴؎ یہ تفویض کی آیت ہے، گویا ہدایت فرمائی ہے کہ موقف حق پر جمے رہو اور اِن کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دو۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون سیدھے راستے پر ہے۔

[باقی]

معارف نبوی

جاوید احمد غامدی

تحقیق و تخریج: محمد حسن الیاس

دوزخ کے اعمال

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

—— ۱ ——

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ[۱] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ[۲] شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ".

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی موت اِس حالت میں آئی کہ (جانتے بوجھتے) اللہ کے شریک ٹھیراتا تھا، وہ دوزخ میں داخل ہو گا[۱]۔

۱۔ یہ بات قرآن میں بھی اِسی صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ شرک خدا پر افترا ہے اور اِس لحاظ سے سب سے بڑا جرم ہے جس کا ارتکاب کوئی شخص خدا کی زمین پر کر سکتا ہے۔ اِس سے توبہ اور رجوع کے بغیر کوئی شخص اگر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو خدا کی بارگاہ میں پھر اُس کے لیے معافی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح بخاری، رقم ۱۱۶۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

اُن سے اِس روایت کو اِن مصادر میں دیکھا جا سکتا ہے: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۳۳۳۔ مسند احمد ۳۰۹۶، ۴۰۸۵۔ صحیح بخاری، رقم ۴۱۶۲۔ صحیح مسلم، رقم ۱۳۷۔ مسند شاشی، رقم ۵۱۲۔

یہی مضمون جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اُن سے اِس کے مصادر یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۳۹۵۔ مسند احمد، رقم ۱۴۱۹۵، ۱۴۴۱۵، ۱۴۷۱۹۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۱۰۴۵، ۱۰۶۷۔ صحیح مسلم، رقم ۱۳۸، ۱۳۹۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۱۸۰۳، ۲۲۴۹۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۲۵، ۲۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۱۵۳، ۲۰۲۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۲۳۰۳۔

۲۔ مسند طیالسی، رقم ۲۵۲ میں اِسی مضمون کو اِن الفاظ میں نقل کیا گیا ہے: 'مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَجْعَلُ لِلّٰهِ نِدًّا، دَخَلَ النَّارَ ''''جس شخص کی موت اِس حالت میں آئی کہ اللہ کے شریک ٹھیراتا تھا، وہ دوزخ میں داخل ہو گا''۔ مسند احمد، رقم ۱۴۷۱۹ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے 'وَمَنْ لَقِيَ اللّٰهَ يُشْرِكُ بِهِ، دَخَلَ النَّارَ' اور صحیح بخاری، رقم ۴۱۶۲ میں اُنھی سے 'مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا، دَخَلَ النَّارَ' نقل ہوا ہے۔ جابر بن عبداللہ سے منقول بعض روایات، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۶۳۸۲ میں شرک کے علاوہ مزید دو اعمال کو بھی بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ بخاری میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا، وَهُوَ خَلَقَكَ"، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ، خَشْيَةَ أَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ"، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ". (رقم ۶۳۸۲)

''عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اللہ کے نزدیک سب سے بڑے گناہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھیراؤ، دراں حالیکہ وہ تمھارا خالق ہے۔ اُس شخص نے پوچھا کہ اِس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اِس اندیشے سے قتل کر دو کہ تمھارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گی۔ پوچھا کہ اِس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: پھر یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرو۔''

۲

أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ[1] مَرَّ عَلٰى خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَسَأَلَهُ عَنْ أَلْيَنِ كَلِمَةٍ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ: "أَلَا كُلُّكُمۡ يَدۡخُلُ الۡجَنَّةَ إِلَّا مَنۡ شَرَدَ عَلَى اللّٰهِ شِرَادَ الۡبَعِيۡرِ[2] عَلٰى أَهۡلِهِ".

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا گزر ایک مرتبہ خالد بن یزید بن معاویہ کے ہاں ہوا تو اُس نے اُن سے فرمایش کی کہ کوئی ایسی نرم ترین بات بتائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو؟ اُنھوں نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: یاد رکھو! تم میں سے ہر شخص جنت میں داخل ہوگا، سوائے اُس کے جو اللہ کی اطاعت سے اِس طرح بدک کر نکل جائے، جس طرح اونٹ اپنے مالک کے سامنے بدک جاتا ہے۔[1]

ا۔ یہ خدا کے مقابلے میں سرکشی کی تعبیر ہے۔ قرآن میں بھی جگہ جگہ بیان ہوا ہے کہ درحقیقت یہی وہ رویہ ہے جو آدمی کے لیے جنت کے دروازوں کو بند کرنے کا باعث بنتا ہے، ورنہ ایمان و اسلام کے ساتھ حسن عمل کا صلہ ہر حال میں جنت ہی ہے، جس طرح کہ روایت میں بیان ہوا ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

متن کے حواشی

ا۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۲۱۶۴۰ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی کنیت ابوامامہ تھی۔ اُن سے یہ روایت مستدرک حاکم، رقم ۱۷۰ اور رقم ۷۶۹۱ میں نقل ہوئی ہے۔ اُن کے علاوہ یہی روایت صحیح ابن حبان، رقم ۱۷ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

۲۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول روایت میں اِس جگہ 'كَشِرَادِ الۡبَعِيۡرِ' کے الفاظ آئے ہیں۔ ملاحظہ ہو: صحیح ابن حبان، رقم ۱۷۔

— ۳ —

عَنۡ أَبِيۡ هُرَيۡرَةَ[1] أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ أُمَّتِيۡ يَدۡخُلُوۡنَ[2]

الْجَنَّةَ[3] إِلَّا مَنْ أَبَی"، قَالُوا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ یَأْبَی؟، قَالَ: "مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَی".

ا۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اُس کے جس نے جانے سے انکار کر دیا۔لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ، ایسا کون ہے جو خود جانے سے انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی، سو وہی ہے جس نے انکار کر دیا۔[1]

ا۔یعنی ایمان واسلام نے جنت کا جو راستہ کھولا تھا، پیغمبر کی نافرمانی کر کے خود ہی اُس کو اپنے لیے بند کر لیا اور اِس طرح گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متن کے حواشی

ا۔اِس روایت کا متن صحیح بخاری، رقم ۶۸۵۱ سے لیا گیا ہے۔اِس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔اُن سے یہ روایت جن کتابوں میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۸۵۲۸۔مستدرک حاکم، رقم ۱۶۳، ۱۶۹۔

۲۔مستدرک حاکم، رقم ۱۶۹ میں روایت کی ابتدا 'لَتَدْخُلُنَّ الْجَنَّةَ' کے الفاظ سے ہوئی ہے۔

۳۔مسند احمد، رقم ۸۵۲۸ میں اِس جگہ 'یَوْمَ الْقِیَامَةِ' کا اضافہ نقل ہوا ہے۔

— ۴ —

عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَ[1]، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ، لا یَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ[2] وَلَا یَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ،[3] وَمَاتَ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ".

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس

کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے، اِس امت کا کوئی فرد ہو[1] یا کوئی یہودی اور نصرانی،[2] اِن میں سے جو شخص بھی میرے بارے میں سن لیتا ہے،[3] پھر اُس چیز پر ایمان نہیں لاتا جس کے ساتھ مجھے اُس کی طرف بھیجا گیا ہے اور دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، وہ دوزخ والوں میں ہو گا۔[4]

۱۔ یعنی بنی اسمٰعیل کا کوئی فرد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگ تھے۔ اِنھیں 'ھذہ الأمة' اِسی تعلق کی بنا پر کہا ہے۔

۲۔ یعنی جزیرہ نماے عرب کا کوئی یہودی اور نصرانی جس میں آپ کی بعثت ہوئی اور جس کے لوگوں پر آپ نے براہ راست اتمام حجت کیا۔ یہی معاملہ اُن قوموں کا بھی ہے جن کو آپ نے خطوط لکھ کر اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دی۔ بعد کے لوگ یہاں زیر بحث نہیں ہیں اُن کا معاملہ اُسی کے مطابق ہو گا، جس حد تک خدا کی حجت آپ کے معاملے میں اُن پر پوری ہو جائے گی۔

۳۔ یعنی اُس کو یہ خبر پہنچ جاتی ہے کہ وہ ہستی اِس وقت دنیا میں موجود ہے جسے اُن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جن کا ایک فرد وہ بھی ہے۔

۴۔ اِس لیے کہ رسولوں کی طرف سے براہ راست اتمام حجت کے بعد کسی شخص کے لیے کوئی عذر اپنے پروردگار کے ہاں پیش کرنے کے لیے باقی نہیں رہتا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیفہ ہمام بن منبہ، رقم ۹۱ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے اِس روایت کو اِن کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ مسند احمد، رقم ۸۰۰۴، ۸۴۰۷۔ صحیح مسلم، رقم ۲۲۲۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۲۲۴، ۲۲۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ مضمون عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اُن سے اِس کے مصادر یہ ہیں: مسند طیالسی، رقم ۵۰۶۔ مسند احمد، رقم ۱۰۳۴۔ مسند بزار، رقم ۲۶۵۰۔ مسند رویانی، رقم ۵۲۳۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۰۷۲۷۔

۲۔ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے منقول بعض طرق میں 'مِنْ ھٰذِہِ الْأُمَّة' کے بجاے 'مِنْ أُمَّتِيْ' نقل ہوا ہے،

یعنی میری قوم، بنی اسمٰعیل کے لوگ۔ ملاحظہ ہو: مسند رویانی، رقم ۵۲۳۔

۳۔ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہی سے منقول بعض روایتوں میں اِس جگہ 'و' کے بجائے حرف 'أو' آیا ہے۔ ملاحظہ ہو: مسند رویانی، رقم ۳۲۵۔

—— ۵ ——

عَنِ الْأَحۡنَفِ بۡنِ قَیۡسٍ، قَالَ: ذَهَبۡتُ لِأَنۡصُرَ [ابۡنَ عَمِّ رَسُوۡلِ اللّٰهِ][1] فَلَقِیَنِي أَبُوۡ بَکۡرَةَ،[2] فَقَالَ: أَیۡنَ تُرِیۡدُ؟ قُلۡتُ: أَنۡصُرُ [ابۡنَ عَمِّ رَسُوۡلِ اللّٰهِ]،[3] قَالَ: ارۡجِعۡ، فَإِنِّي سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ:[4] ''إِذَا الۡتَقٰی[5] الۡمُسۡلِمَانِ بِسَیۡفَیۡهِمَا، [وَکِلَاهُمَا یُرِیۡدُ أَنۡ یَقۡتُلَ صَاحِبَهُ][6] [فَهُمَا عَلٰی جُرُفِ جَهَنَّمَ]،[7] [فَإِذَا قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ][8] فَالۡقَاتِلُ وَالۡمَقۡتُوۡلُ فِي النَّارِ''، فَقُلۡتُ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ، هٰذَا الۡقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الۡمَقۡتُوۡلِ؟ قَالَ: ''إِنَّهُ کَانَ حَرِیۡصًا عَلٰی قَتۡلِ صَاحِبِهٖ''.[9]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

احنف بن قیس کی روایت ہے کہ میں رسول اللہ کے چچا کے بیٹے[1] کی مدد کرنے نکلا تو راستے میں مجھے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مل گئے۔ اُنھوں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ کے عم زاد کی مدد کرنے جا رہا ہوں۔ اُنھوں نے کہا: لوٹ جاؤ، اِس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل ہو جائیں اور دونوں ایک دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو دونوں دوزخ کے کنارے پہنچ جاتے ہیں۔ پھر جب اُن میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے تو قاتل اور مقتول، دونوں دوزخ کی آگ میں جا پڑتے ہیں۔ اِس پر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، یہ قاتل تو ٹھیک ہے، لیکن مقتول کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: اِس لیے کہ وہ بھی اپنے حریف کو قتل کرنے کے لیے بے تاب تھا۔

۱۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں جن کی حکومت کو بعض لوگوں نے تسلیم نہیں کیا اور اُن کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

متن کے حواشی

۱۔ صحیح بخاری، رقم ۶۵۸۳۔

۲۔ اِس روایت کا متن اصلاً صحیح بخاری، رقم ۳۰ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی نفیع بن مسروح رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ روایت درج ذیل کتابوں میں نقل ہوئی ہے:

جامع معمر بن راشد، رقم ۱۳۴۲، ۱۳۵۳۔ مسند طیالسی، رقم ۹۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۶۶۸۳۔ مسند احمد، رقم ۱۹۹۵۷، ۲۰۰۲۸۔ صحیح بخاری، رقم ۶۳۹۵، ۶۵۸۳۔ صحیح مسلم، رقم ۵۱۴۴، ۵۱۴۵۔ سنن ابی داؤد، رقم ۳۷۲۵۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۹۶۳۔ مسند بزار، رقم ۳۰۹۷، ۳۱۰۰۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۳۴۷۲، ۳۴۷۹۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۴۰۷۱، ۴۰۷۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۶۱۰۷۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۸۷۹۸۔

نفیع بن مسروح رضی اللہ عنہ کے علاوہ جن دوسرے صحابہ نے یہ مضمون نقل کیا ہے، وہ یہ ہیں: عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ۔ اِن صحابہ سے اِس روایت کو درج ذیل مصادر میں دیکھا جا سکتا ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۶۵۱۹۔ مسند احمد، رقم ۱۹۱۷۳، ۱۹۳۰۸۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۵۵۱۔ صحیح مسلم، رقم ۳۱۸۸۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۹۶۲۔ مسند بزار، رقم ۲۶۶۵۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۴۰۷۳، ۴۰۷۹، ۴۶۷۴۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۳۴۷۴، ۶۶۷۷۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۴۹۱۰، ۴۹۱۱۔ مسند رویانی، رقم ۵۳۳۔

۳۔ صحیح بخاری، رقم ۶۵۸۳۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غالباً جنگ جمل کا موقع تھا۔

۴۔ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منقول بعض طرق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اِس سیاق میں نقل ہوا ہے کہ آپ کے سامنے ایک قاتل کو مقتول کا وارث گھسیٹتا ہوا لایا تو آپ نے اُنھیں دیکھ کر فرمایا۔ ملاحظہ ہو: مستخرج ابی عوانہ، رقم ۴۹۱۰۔

۵۔ صحیح مسلم، رقم ۵۱۴۳ میں 'إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ' کے بجائے 'إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ' نقل ہوا ہے۔ دونوں تعبیرات کم و بیش ایک ہی مفہوم میں ہیں۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۴۰۷۱ میں 'إِذَا أَشَارَ الْمُسْلِمُ عَلٰى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ بِالسِّلَاحِ' نقل ہوا ہے، یعنی جب مسلمان اپنے بھائی کی طرف اسلحے سے اشارہ کرے۔

۶۔ صحیح مسلم، رقم ۵۱۴۵۔

۷۔ مسند احمد، رقم ۲۰۰۲۸۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۶۲۸۳۔

۹۔ صحیح مسلم، رقم ۵۱۴۳ میں اِس جگہ 'إِنَّهُ قَدْ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں، جب کہ الجامع معمر بن راشد میں 'إِنَّهُ كَانَ يُرِيدُ قَتْلَ أَخِيهِ' منقول ہے۔

المصادر والمراجع

ابن حبان، أبو حاتم بن حبان. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان.** ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حجر، على بن حجر أبو الفضل العسقلاني. (١٣٧٩هـ). **فتح الباري شرح صحيح البخاري.** (د.ط). تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار المعرفة.

ابن قانع. (١٤٨١هـ /١٩٩٨م). **المعجم الصحابة** .ط١. تحقيق:حمدي محمد. مكة مكرمة: نزار مصطفٰى الباز.

ابن ماجة. ابن ماجة القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجة.** ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار الفكر.

ابن منظور، محمد بن مكرم بن الأفريقي. (د.ت). **لسان العرب.** ط١. بيروت: دار صادر.

أبو نعيم ، (د.ت). **معرفة الصحابه.**ط١. تحقيق: مسعد السعدني. بيروت: دارالكتاب العلمية.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (د.ت). **مسند أحمد بن حنبل.** ط١. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البخاري، محمد بن إسماعيل. (١٤٠٧هـ/ ١٩٨٧م). **الجامع الصحيح.**ط٣. تحقيق: مصطفٰى ديب البغا. بيروت: دار ابن كثير.

بدر الدين العيني. **عمدة القاري شرح صحيح البخاري.** (د.ط). بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البيهقي، أحمد بن الحسين البيهقي. (١٤١٤هـ/١٩٩٤م). **السنن الكبرٰى.**ط١. تحقيق:

محمد عبد القادر عطا. مكة المكرمة: مكتبة دار الباز.

السيوطي، جلال الدين السيوطي. (١٤١٦هـ/ ١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج**. ط ١. تحقيق: أبو إسحٰق الحويني الأثري. السعودية: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الشاشي، الهيثم بن كليب. (١٤١٠هـ). **مسند الشاشي**. ط ١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين اللّٰه. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

محمد القضاعي الكلبي المزي. (١٤٠٠هـ/ ١٩٨٠م). **تهذيب الكمال في أسماء الرجال**. ط ١. تحقيق: بشار عواد معروف. بيروت: مؤسسة الرسالة.

مسلم، مسلم بن الحجاج. (د.ت). **صحيح المسلم**. ط ١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤٠٦هـ/ ١٩٨٦م). **السنن الصغرٰى**. ط ٢. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤١١هـ/ ١٩٩١م). **السنن الكبرٰى**. ط ١. تحقيق: عبد الغفار سليمان البنداري، سيد كسروي حسن. بيروت: دار الكتب العلمية.

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جاوید احمد غامدی
تحقیق و تخریج: محمد عامر گزدر

ڈاڑھی مونچھ کی متکبرانہ وضع اور مذہبی لوگوں کی بدعتیں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

—— ۱ ——

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ:[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "أَحْفُوا[2] الشَّوَارِبَ،[3] وَأَعْفُوا اللِّحٰی".[4]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ مونچھیں خوب تراش کر رکھو اور ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا کرو۔[1]

۱۔ آگے کی روایتوں سے واضح ہو جائے گا کہ یہ ڈاڑھی اور مونچھیں رکھنے یا نہ رکھنے کا کوئی حکم نہیں ہے، بلکہ اُس وضع سے اجتناب کی ہدایت ہے جو اُس زمانے کے مجوس، مشرکین اور اہل کتاب کے متکبرین نے اپنی جلالت کے اظہار کے لیے اختیار کر لی تھی۔ اِس کی مثالیں ہمارے اِس زمانے میں بھی دیکھ لی جا سکتی ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ ڈاڑھی اور مونچھیں رکھی ہوں تو اُن کی وضع شریفانہ اور خدا کے متواضع بندوں کے شایان شان ہونی چاہیے، یعنی مونچھیں چھوٹی اور ڈاڑھی بڑی ہو۔ اِس کے برخلاف اگر مونچھیں بڑی بڑی اور ڈاڑھی چھوٹی ہو گی یا اِس طرح کی مونچھوں کے ساتھ بالکل منڈوا دی جائے گی تو یہ اوباشوں کی وضع بن جائے گی جس سے ہر مسلمان کو اجتناب کرنا چاہیے۔

تاہم اِس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بڑی بڑی مونچھیں مرد اپنی وجاہت اور مردانگی کے اظہار کے لیے بھی رکھتے

رہے ہیں۔ یہ چیز دین میں بھی قابل لحاظ ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اِس کے لیے تم ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ سکتے ہو۔ اِس لیے کہ وہی مقصد جو مونچھوں کو بڑھانے سے حاصل کرنا پیش نظر ہے، اِس طریقے سے بھی حاصل ہو جائے گا اور وضع بھی شریفانہ رہے گی۔ قبائلی معاشرے میں اِس طرح کی ڈاڑھیاں اِس زمانے میں بھی دیکھ لی جا سکتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مونچھیں پست رکھنے کی ہدایت کی تو اِس کے ساتھ یہ الفاظ کہ 'ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا کرو'، مخاطبین کے ذہن میں موجود اِسی محرک کی رعایت سے ارشاد فرمائے ہیں۔ اِن سے ڈاڑھی رکھنے کا کوئی حکم بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ روایتوں میں اِسی طرح کی چیزیں ہیں جن کے موقع و محل کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ مہندی یا خضاب لگانے یا نہ لگانے کو بھی دین کا مسئلہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دراں حالیکہ دین کا مقصد تزکیہ ہے اور اُس کے تمام احکام اِسی مقصد کو سامنے رکھ کر دیے گئے ہیں۔

متن کے حواشی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۴۶۵۴ سے لیا گیا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اِس باب میں الفاظ و اسلوب کے فرق کے ساتھ جو کچھ نقل ہوا، اُس کے مراجع یہ ہیں: موطا امام مالک، رقم ۱۷۵۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۴۹۲۔ مسند احمد، رقم ۴۶۵۴، ۵۱۳۵، ۵۱۳۸، ۵۱۳۹، ۶۴۵۶۔ صحیح بخاری، رقم ۵۸۹۲، ۵۸۹۳۔ صحیح مسلم، رقم ۲۵۹۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۱۹۹۔ سنن ترمذی، رقم ۲۷۶۳، ۲۷۶۴۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۵، ۵۰۴۵، ۵۰۴۶، ۵۲۲۶۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۳، ۹۲۴۶، ۹۲۴۷۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۷۳۸۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۷۵، ۵۴۷۶۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۶۲۲۔ مستخرج ابی نعیم، رقم ۶۰۱، ۶۰۲۔ السنن الصغریٰ، بیہقی، رقم ۸۶۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۶، ۷۰۰۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۴۹۲ میں یہاں 'أَحۡفُوا' کے بجائے 'اُنۡهَكُوا' کا لفظ منقول ہے۔ معنی کے اعتبار سے یہ دونوں مترادف ہیں۔

۳۔ بعض روایات، مثلاً السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۳ میں یہاں 'الشَّوَارِبَ' ''مونچھوں'' کے بجائے 'الشَّارِبَ' ''مونچھ'' کا لفظ مفرد آیا ہے۔

۴۔ بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۵۱۳۵ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے آپ کا یہ ارشاد اِس اسلوب میں نقل ہوا

ہے: 'أَعۡفُوا اللِّحٰی، وَحُفُّوا الشَّوَارِبَ' ''تم لوگ ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا کرو اور مونچھوں کو اِس کے برخلاف خوب تراش کر رکھو''، جب کہ بعض روایتوں، مثلاً سنن ابی داؤد، رقم ۴۱۹۹ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: 'أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحۡفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعۡفَاءِ اللِّحٰی' ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو خوب تراش کر رکھنے اور ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دینے کی ہدایت فرمائی ہے''۔ مسند احمد، رقم ۵۱۳۸ کے مطابق اُن کے الفاظ یہ ہیں: 'أَمَرَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ أَنۡ تُعۡفَی اللِّحَی، وَأَنۡ تُجَزَّ الشَّوَارِبُ' ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا جائے اور مونچھوں کو ترشوایا جائے''۔

— ۲ —

عَنۡ أَبِیۡ هُرَيۡرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ:[۱] "جُزُّوا[۲] الشَّوَارِبَ، وَأَعۡفُوا[۳] اللِّحٰی، وَخَالِفُوا الۡمَجُوۡسَ".[۴]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ مونچھیں تراشو اور ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دو، (جس طرح مونچھوں کو چھوڑ دیتے ہو) اور اِس معاملے میں اِن مجوسیوں کی مخالفت کرو۔[۱]

۱۔ یعنی ڈاڑھی اور مونچھیں رکھنے کی جو وضع اُن کے متکبرین نے اختیار کر رکھی ہے، اُس کی مخالفت کرو۔ یہ وضع اگلی روایت میں مذکور ہے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۸۷۸۵ سے لیا گیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اِس موضوع کے بارے میں اجمال وتفصیل اور اسالیب کے فرق کے ساتھ جو روایتیں نقل ہوئی ہیں، وہ اِن مراجع میں دیکھ لی جا سکتی ہیں: مسند احمد، رقم ۷۱۳۲، ۸۶۷۲، ۸۷۷۸، ۸۷۸۵، ۹۰۲۶، ۱۰۴۷۲۔ صحیح مسلم، رقم ۲۶۰۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم

۴۶۵۔ مستخرج ابی نعیم، رقم ۶۰۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۶۹۰۔ معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، رقم ۱۲۶۹، ۱۲۷۱۔ کشف الأستار عن زوائد البزار، ہیثمی، رقم ۲۹۷۱۔

۲۔ مسند احمد، رقم ۱۳۲۷ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے یہاں 'جُزُّوا' کے بجائے 'قُصُّوا' کا لفظ منقول ہے۔ معنی کے اعتبار سے یہ دونوں مترادف ہیں۔ مسند احمد، رقم ۹۰۲۶ میں 'خُذُوا مِنَ الشَّوَارِبِ' ''مونچھوں کے بال کاٹو'' کے الفاظ ہیں۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۴۶۵ میں اِس جگہ 'أَحْفُوا' ''خوب تراش کر رکھو'' کا لفظ نقل ہوا ہے۔

۳۔ بعض روایات، مثلاً صحیح مسلم، رقم ۲۶۰ میں یہاں 'وَأَعْفُوا' کے بجائے 'وَأَرْخُوا' کا لفظ ہے۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

۴۔ کشف الأستار عن زوائد البزار، ہیثمی، رقم ۲۹۷۱ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے اِس باب کی ایک روایت اِس طرح نقل ہوئی ہے: 'قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَهْلَ الشِّرْكِ يُعْفُوْنَ شَوَارِبَهُمْ، وَيُحْفُوْنَ لِحَاهُمْ، فَخَالِفُوْهُمْ، فَأَعْفُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ"' ''یہ مشرکین کا طریقہ ہے کہ وہ مونچھوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دیتے اور ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں، لہٰذا تم اُن کی مخالفت کرو۔ تم ڈاڑھیوں کو بڑھنے کے لیے چھوڑ دو اور مونچھیں تراش کر رکھو''۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

— ۳ —

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:[۱] ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَجُوْسَ، فَقَالَ: "إِنَّهُمْ يُوْفُوْنَ[۲] سِبَالَهُمْ، وَيَحْلِقُوْنَ لِحَاهُمْ، فَخَالِفُوْهُمْ".[۳]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ لوگ مونچھیں پوری رکھتے[۱] اور ڈاڑھیاں منڈا دیتے ہیں[۲]۔ سو تم اِس معاملے میں اِن کی مخالفت کرو۔

۱۔ یعنی جتنی بڑھتی جائیں، بڑھنے دیتے ہیں، اُن کو کاٹتے نہیں ہیں۔

۲۔ اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پوری قوم نے ایک ہی وضع اختیار کر لی تھی۔ بعض اوقات ایک گروہ کے رویے کو

بھی اِسی طریقے سے بیان کیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کی فرد قرارداد جرم قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے۔ اِس کی مثالیں اُس میں دیکھ لی جاسکتی ہیں۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۷۶ سے لیا گیا ہے۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۶۲۲ میں اِس جگہ ’یُوفُونَ‘ ’’پوری رکھتے‘‘ کے بجاے ’یُوَفِّرُونَ‘ ’’بڑھاتے‘‘ کا لفظ نقل ہوا ہے۔ معنی کے لحاظ سے اِن دونوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

۳۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۴۶۶ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا یہی ارشاد اِن الفاظ میں روایت کیا ہے: ’خَالِفُوا الْمَجُوسَ، أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَی‘ ’’تم لوگ مجوس کی مخالفت کرو۔ چنانچہ مونچھیں خوب تراش کر رکھو اور ڈاڑھیوں کو اِس کے برخلاف بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا کرو‘‘۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۴

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ:[1] ”خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ، وَفِّرُوا اللِّحَی، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ“.[2]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم لوگ مشرکین کی مخالفت کرو۔[1] چنانچہ ڈاڑھیاں بڑھاؤ، (جس طرح یہ مونچھیں بڑھاتے ہیں) اور مونچھیں خوب تراش کر رکھو۔

۱۔ اِس طرح کے متکبرین ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ مشرکین میں بھی یقیناً ہوں گے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن صحیح بخاری، رقم ۵۸۹۲ سے لیا گیا ہے۔

۲۔ صحیح مسلم، رقم ۲۵۹ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں: ’خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ،

أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَوْفُوا اللِّحٰى ''''تم لوگ مشرکین کی مخالفت کرو۔ چنانچہ مونچھیں خوب تراشو اور ڈاڑھیاں پوری رکھو'۔ مستخرج ابی نعیم، رقم ۶۰۲ میں اِس جگہ 'أَوْفُوا' کے بجائے 'أَعْفُوا' ''بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا کرو' کا لفظ آیا ہے۔

— ۵ —

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:[1] "أَعْفُوا اللِّحٰى، وَخُذُوْا [مِنَ][2] الشَّوَارِبَ، وَغَيِّرُوْا شَيْبَكُمْ،[3] وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى".[4]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کے بال کاٹو اور بڑھاپے کا رنگ بدل دیا کرو اور اِس معاملے میں اِن یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرو۔[1]

۱۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کے برخلاف تم مہندی یا خضاب لگا لیا کرو۔ آگے کی روایتوں سے واضح ہو جائے گا کہ یہود و نصاریٰ کے بعض لوگ بال رنگنے کو مذہبی لحاظ سے صحیح خیال نہیں کرتے تھے۔ اِس کی وجہ، ظاہر ہے، یہی رہی ہوگی کہ وہ اِسے ورع و تقویٰ کے خلاف سمجھتے ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے دین اور اُس کی شریعت کو اِس طرح کی تمام بدعتوں سے پاک کر دینے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے انصار کے بڑے بوڑھوں کو خاص طور پر اِس کی مخالفت کے لیے کہا، اِس لیے کہ سماجی لحاظ سے وہ یہود و نصاریٰ کے زیادہ قریب اور اُن سے زیادہ ربط ضبط رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ بھی مہندی یا خضاب لگانے کا کوئی حکم نہیں ہے، بلکہ ایک بدعت کو ختم کر دینے کی ہدایت ہے جو اُس زمانے کے یہود و نصاریٰ نے اختیار کر لی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ اِس طرح کی کسی چیز کو آپ کی تصویب حاصل ہو جائے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۸۶۷۲ سے لیا گیا ہے۔

۲۔ معرفۃ السنن والآثار، رقم ۱۲۶۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۳۔ مسند احمد، رقم ۱۰۴۷۲ میں یہاں 'شَیْبَکُمْ' 'اپنے بڑھاپے کا رنگ' کے بجاے 'هٰذَا الشَّیْبَ' 'بڑھاپے کا یہ رنگ' کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔

۴۔ ابوہریرہ، ابن عمر اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم سے بعض روایتوں میں الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ محض تغییر شیب کی ہدایت اور یہود و نصاریٰ سے عدم مشابہت یا اُن کی مخالفت کا حکم روایت ہوا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اِس طرح کی روایات کے مراجع یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۷۵۴۵۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۵۲۔ مسند بزار، رقم ۷۹۴۲، ۸۶۸۱۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۹۷۷، ۶۰۲۱۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۷۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۸۲۳۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اِس مضمون کی روایتیں اِن مصادر میں دیکھ لی جا سکتی ہیں: مسند ابی حنیفہ، رقم ۵۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۰۷۳۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۲۹۱۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۶۷۸۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ مضمون اِن مراجع میں نقل ہوا ہے: مسند احمد، رقم ۱۴۱۵۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۰۷۴۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۲۹۲۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۸۱۔ مسند شاشی، رقم ۴۵۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

—— ۶ ——

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:[1] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُوْنَ،[2] فَخَالِفُوْهُمْ،[3] [فَاصْبُغُوْا][4]".[5]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ یہود و نصاریٰ بالوں کو رنگتے نہیں ہیں۔ سو اِن کی مخالفت کرو اور اِس کے لیے تم بالوں کو رنگ لیا کرو۔[1]

۱۔ یعنی اُن کے اِس طرز عمل کی مخالفت کے لیے رنگ لیا کرو تاکہ کوئی شخص اِس غلط فہمی میں نہ رہے کہ بالوں کو رنگنا یا نہ رنگنا بھی دین کا کوئی مسئلہ ہے۔

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند حمیدی، رقم ۱۱۳۹ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی تنہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

مسند حمیدی کے علاوہ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہ روایت جن مصادر میں وارد ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: جامع معمر بن راشد، رقم ۲۰۱۷۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۹۹۹۔ مسند احمد، رقم ۷۲۷۴، ۷۵۴۲، ۸۰۸۳، ۹۲۰۹۔ صحیح بخاری، رقم ۳۴۶۲، ۵۸۹۹۔ صحیح مسلم، رقم ۲۱۰۳۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۶۲۱۔ سنن ابی داؤد، رقم ۴۲۰۳۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۵۰۶۹، ۵۰۷۱، ۵۰۷۲، ۵۲۴۱۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۲۸۶، ۹۲۸۷، ۹۲۸۸، ۹۲۸۹، ۹۲۹۰۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۵۹۵۷، ۶۰۰۱، ۶۰۰۳۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۸۷۱۲، ۸۷۱۳، ۸۷۱۴، ۸۷۱۵، ۸۷۱۶۔ المعجم الاوسط، رقم ۹۲۹۶۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۴۷۰۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۴۸۱۱، ۱۴۸۱۲۔ معرفۃ السنن والآثار، رقم ۱۲۸۴۔

۲۔ بعض طرق، مثلاً جامع معمر بن راشد، رقم ۲۰۱۷۵ میں یہاں فعل واحد مونث 'تَصْبُغُ' ہے۔

۳۔ بعض روایتوں، مثلاً مسند احمد، رقم ۷۵۴۲ میں یہاں 'فَخَالِفُوا عَلَيْهِمْ' ''سو اِس کے برعکس کر کے تم اِن کی مخالفت کرو'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۴۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۹۲۸۸۔

۵۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۹۲۹۶ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے آپ کا یہ ارشاد مشرکین کے حوالے سے بھی اِن الفاظ میں روایت ہوا ہے: 'إِنَّ الْمُشْرِكِينَ لَا يَصْبُغُونَ لِحَاهُمْ، فَغَيِّرُوا الشَّيْبَ' ''یہ مشرکین اپنی ڈاڑھیوں کو نہیں رنگتے۔ سو تم بڑھاپے کا رنگ بدل دیا کرو''۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

— ۷ —

إِنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ:[۱] خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَشْيَخَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيضٌ لِحَاهُمْ، فَقَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، حَمِّرُوا وَصَفِّرُوا، وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ". قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَسَرْوَلُونَ، وَلَا يَأْتَزِرُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَسَرْوَلُوا، وَائْتَزِرُوا، وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ". قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَخَفَّفُونَ، وَلَا يَنْتَعِلُونَ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَتَخَفَّفُوا، وَانْتَعِلُوا، وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ". قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّونَ

عَثَانِيْنَهُمْ، وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُصُّوْا سِبَالَكُمْ، وَوَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ، وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ".

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے کچھ بڑے بوڑھوں کی مجلس میں، جن کی ڈاڑھیاں سفید ہو چکی تھیں، تشریف لائے تو اُن سے کہا: انصار کے لوگو، اپنی ڈاڑھیوں کو سرخ یا زرد کر لیا کرو اور اِس معاملے میں اہل کتاب کی مخالفت کرو۔[1] ابوامامہ کہتے ہیں کہ اِس پر ہم نے سوال کیا: یارسول اللہ، (پھر اِس کا کیا حکم ہے کہ) اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں، وہ تہ بند نہیں باندھتے؟[2] آپ نے فرمایا: تم شلوار بھی پہنو اور تہ بند بھی باندھو اور اِس معاملے میں بھی اُن کی مخالفت کرو۔ ہم نے پھر سوال کیا: (اور اِس کا کہ) اہل کتاب موزے پہنتے ہیں، وہ جوتے نہیں پہنتے؟[3] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم موزے بھی پہنو اور جوتے بھی اور اِس معاملے میں بھی اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے سوال کیا: یارسول اللہ، (اور اِس کا کہ) اہل کتاب ڈاڑھی کتراتے اور مونچھیں خوب بڑھاتے ہیں؟[4] ابوامامہ کہتے ہیں کہ اِس پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مونچھیں تراشا کرو اور ڈاڑھیوں کو خوب بڑھنے دو، (جس طرح وہ مونچھوں کو بڑھنے دیتے ہیں) اور اِس معاملے میں بھی اہل کتاب کی مخالفت کرو۔[5]

۱۔ اِس کی وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔

۲۔ یہ بھی، ظاہر ہے کہ اِسی بنا پر ہوگا کہ ستر کی حفاظت کے پہلو سے وہ اِس کو مذہبی لوگوں کے لیے موزوں خیال نہیں کرتے ہوں گے۔

۳۔ قرآن میں بیان ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو طور پر حاضری کے لیے بلایا گیا تو ہدایت کی گئی کہ جوتے اتار کر آئیں۔ اِس سے غالباً صوفیانہ مزاج کے کچھ لوگوں نے یہ نکتہ پیدا کر لیا ہوگا کہ انسان ہر وقت خدا کی بارگاہ میں ہے، اِس لیے اُس کو جوتے نہیں پہننے چاہییں۔ ارباب تصوف کے حلقوں میں اِس طرح کی بدعتیں ہمارے ہاں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ننگے پاؤں پھرتے، بعض صرف کھڑاؤں پہنتے اور بعض محض لنگوٹی میں زندگی بسر

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کر دیتے ہیں۔

۴۔ اِس سے معلوم ہوا کہ مجوس اور مشرکین عرب کے متکبرین کی طرح اہل کتاب کے بعض لوگوں نے بھی یہی وضع اختیار کر لی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی باتوں کی طرح اس کے متعلق نہیں فرمایا کہ یہ بھی کر سکتے ہو اور اِس کے برخلاف بھی۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ متکبرانہ ہیئت ہر حال میں ممنوع ہے اور بڑی بڑی مونچھیں ڈاڑھی کے بغیر ہوں یا چھوٹی یا بڑی ڈاڑھی کے ساتھ، یہ ہیئت لازماً پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر کھانے پینے کی اشیا منہ میں ڈالتے ہوئے اِن سے آلودہ بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ انبیا علیہم السلام نے اِنھیں ہر حال میں پست رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اِس کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو، ہماری کتاب ''میزان'' کا باب ''رسوم و آداب''۔

۵۔ یہ بار بار مخالفت کی تاکید اِس لیے فرمائی ہے کہ کوئی چیز اگر اخلاقی لحاظ سے قابل اعتراض یا مذہبی نقطۂ نظر سے بدعت ہے اور بعض مسلمان اُس کو پیغمبر کی موجودگی میں بھی اختیار کیے رکھتے ہیں تو شدید اندیشہ ہے کہ بعد میں اِسے پیغمبر کی تقریر و تصویب کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا اور علما و مصلحین کے لیے لوگوں کو اِس سے روکنا مشکل ہو جائے گا۔

ابو امامہ باہلی کی یہ روایت اِس مدعا کو ہر لحاظ سے واضح کر دیتی ہے۔ چنانچہ پورے اطمینان کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ خدا کے پیغمبروں کو نہ خضاب لگانے اور شلوار اور تہ بند اور موزے اور جوتے پہننے یا نہ پہننے سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ڈاڑھی اور مونچھوں سے۔ اُن کی دلچسپی تمام تر خود دین کو ہر آمیزش سے پاک رکھنے اور لوگوں کو پاکیزگی کی تعلیم دینے سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام باتیں اِسی مقصد سے ارشاد فرمائی ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متن کے حواشی

۱۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۲۲۲۸۳ سے لیا گیا ہے۔ اِس واقعے کے راوی تنہا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ ہیں۔

المصادر والمراجع

ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد العبسي. (١٤٠٩هـ). **المصنف في الأحاديث والآثار**. ط ١. تحقيق: كمال يوسف الحوت. الرياض: مكتبة الرشد.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان.** ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حبان، أبو حاتم، محمد بن حبان البُستي. (١٣٩٦هـ). **المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين.** ط١. تحقيق: محمود إبراهيم زايد. حلب: دار الوعي.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **تقريب التهذيب.** ط١. تحقيق: محمد عوامة. سوريا: دار الرشيد.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٤٠٤هـ/١٩٨٤م). **تهذيب التهذيب.** ط١. بيروت: دار الفكر.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (١٣٧٩هـ). **فتح الباري شرح صحيح البخاري.** د.ط. بيروت: دارالمعرفة.

ابن حجر، أحمد بن علي، أبو الفضل العسقلاني. (٢٠٠٢م). **لسان الميزان.** ط١. تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. د.م: دار البشائر الإسلامية.

ابن عبد البر، أبو عمر يوسف بن عبد اللّٰه القرطبي. (١٤١٢هـ/ ١٩٩٢م). **الاستيعاب في معرفة الأصحاب.** ط١. تحقيق: علي محمد البجاوي. بيروت: دار الجيل.

ابن ماجه، أبو عبد اللّٰه محمد القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجه**. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. د.م: دار إحياء الكتب العربية.

أبو حنيفة، النعمان بن ثابت بن زوطي بن ماه. (د.ت). **مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي.** د.ط. تحقيق: عبد الرحمٰن حسن محمود. مصر: الآداب.

أبو داؤد، سليمان بن الأشعث، السِّجِستاني. (د.ت). **سنن أبي داؤد.** د.ط. تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد. بيروت: المكتبة العصرية.

أبو عوانة، الإسفراييني، يعقوب بن إسحاق النيسابوري. (١٤١٩هـ/١٩٩٨م). **مستخرج أبي عوانة.** ط١. تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي. بيروت: دار المعرفة.

أبو نعيم، أحمد بن عبد اللّٰه، الأصبهاني. (١٤١٧هـ/١٩٩٦م). **المسند المستخرج على**

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

صحيح مسلم. ط١. تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي. بيروت: دار الكتب العلمية.

أبو يعلىٰ، أحمد بن علي، التميمي، الموصلي. **مسند أبي يعلىٰ**. ط١. (١٤٠٤هـ/ ١٩٨٤م). تحقيق: حسين سليم أسد. دمشق: دار المأمون للتراث.

أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد الله، الشيباني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **المسند**. ط١. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، وعادل مرشد، وآخرون. بيروت: مؤسسة الرسالة.

البخاري، محمد بن إسماعيل، أبو عبدالله الجعفي. (١٤٢٢هـ). **الجامع الصحيح**. ط١. تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر. بيروت: دار طوق النجاة.

البزار، أبو بكر أحمد بن عمرو العتكي. (٢٠٠٩م). **مسند البزار**. ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين الله، وعادل بن سعد، وصبري عبد الخالق الشافعي. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤١٠هـ/١٩٨٩م). **السنن الصغرىٰ**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. كراتشي: جامعة الدراسات الإسلامية.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤٢٤هـ/٢٠٠٣م). **السنن الكبرىٰ**. ط٣. تحقيق: محمد عبد القادر عطاء. بيروت: دار الكتب العلمية.

البيهقي، أبو بكر، أحمد بن الحسين الخراساني. (١٤١٢هـ/١٩٩١م). **معرفة السنن والآثار**. ط١. تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي. القاهرة: دار الوفاء.

الترمذي، أبو عيسىٰ، محمد بن عيسىٰ. (١٣٩٥هـ/١٩٧٥م). **سنن الترمذي**. ط٢. تحقيق و تعليق: أحمد محمد شاكر، ومحمد فؤاد عبد الباقي، وإبراهيم عطوة عوض. مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفىٰ البابي الحلبي.

الحميدي، أبو بكر عبد الله بن الزبير بن عيسىٰ القرشي الأسدي. (١٩٩٦م). **مسند الحميدي**. ط١. تحقيق وتخريج: حسن سليم أسد الدَّارَانيّ. دمشق: دار السقا.

الذهبي، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد. (١٣٨٧هـ/١٩٦٧م). **ديوان الضعفاء**

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

والمتروكين وخلق من المجهولين وثقات فيهم لين. ط٢. تحقيق: حماد بن محمد الأنصاري. مكة: مكتبة النهضة الحديثة.

الذهبي، شمس الدين، أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٤٠٥هـ/١٩٨٥م). **سير أعلام النبلاء.** ط٣. تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرنؤوط. د.م: مؤسسة الرسالة.

الذهبي، شمس الدين، أبو عبد اللّٰه محمد بن أحمد. (١٤١٣هـ/١٩٩٢م). **الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة.** ط١. تحقيق: محمد عوامة أحمد محمد نمر الخطيب. جدة: دار القبلة للثقافة الإسلامية – مؤسسة علوم القرآن.

السيوطي، جلال الدين، عبد الرحمٰن بن أبي بكر. (١٤١٦هـ/١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج.** ط١. تحقيق وتعليق: أبو إسحٰق الحويني الأثري. الخبر: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الشاشي، أبو سعيد الهيثم بن كليب البِنكَثي. (١٤١٠هـ). **مسند الشاشي.** ط١. تحقيق: د. محفوظ الرحمٰن زين اللّٰه. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

الطبراني، أبو القاسم، سليمان بن أحمد الشامي. (د.ت). **المعجم الأوسط.** د.ط. تحقيق: طارق بن عوض اللّٰه بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني. القاهرة: دار الحرمين.

مالك بن أنس بن مالك بن عامر، الأصبحي، المدني. (١٤٢٥هـ/ ٢٠٠٤م). **الموطأ.** ط١. تحقيق: محمد مصطفٰى الأعظمي. أبو ظبي: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية.

مسلم بن الحجاج، النيسابوري. (د.ت). **الجامع الصحيح.** د.ط. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

معمر بن أبي عمرو راشد، الأزدي، البصري. (١٤٠٣هـ). **الجامع.** ط٢. تحقيق: حبيب الرحمٰن الأعظمي. بيروت: توزيع المكتب الإسلامي.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **السنن الصغرٰى.**

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ط ٢ . تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب الخراساني. (١٤٢١هـ/٢٠٠١م). **السنن الكبرىٰ**. ط ١ . تحقيق وتخريج: حسن عبد المنعم شلبي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

النووي، يحيٰى بن شرف، أبو زكريا. (١٣٩٢هـ). **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**. ط ٢ . بيروت: دار إحياء التراث العربي.

الهيثمي، نور الدين، علي بن أبي بكر بن سليمان. (١٣٩٩هـ/ ١٩٧٩م). **كشف الأستار عن زوائد البزار**. ط ١ . تحقيق: حبيب الرحمٰن الأعظمي. بيروت: مؤسسة الرسالة.

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سیر و سوانح

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت حاطب (شاذ روایت: ابو حاطب) بن عمرو کے دادا کا نام عبد شمس بن عبد ود تھا۔ عامر بن لؤی ان کے ساتویں اور غالب بن فہر نویں جد تھے۔ عامر بن لؤی کے نام پر ان کا قبیلہ بنو عامر بن لؤی کہلاتا ہے۔ لؤی بن غالب پر ان کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ سے ملتا ہے۔ عامر کے بھائی کعب آپ کے آٹھویں اور لؤی نویں جد تھے۔

حضرت حاطب بن عمرو اور ان کے بھائی حضرت سلیط بن عمرو 'السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'* میں شامل تھے۔ ابن اسحاق کی مرتب کردہ فہرست کے مطابق دین اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں حضرت سلیط کا نمبر پچیسواں اور حضرت حاطب کا چھیالیسواں بنتا ہے۔ ۵/ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوہ صفا کے مشرق میں ایک تنگ گلی میں واقع دار ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے دونوں بھائی ایمان لا چکے تھے۔

حضرت حاطب بن عمرو کو حبشہ و مدینہ، دونوں ہجرتوں کا شرف حاصل ہوا۔ کمزور مسلمانوں اور اسلام قبول کرنے والے غلاموں پر قریش کی ایذا رسانیاں حد سے بڑھ گئیں تو رجب ۵/ نبوی (۶۱۵ء) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حبشہ (Abyssinia, Ethiopia) کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہاں ایسا بادشاہ (King of Axum) حکمران ہے جس کی سلطنت میں ظلم نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون کی قیادت میں چودہ اصحاب رسول حبشہ روانہ ہوئے جن کے نام یہ ہیں: حضرت عثمان بن عفان، ان کی اہلیہ

---

* التوبہ ۹: ۱۰۰۔

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کی زوجہ حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ، حضرت عامر بن ربیعہ، ان کی بیوی حضرت لیلیٰ بنت ابوحثمہ، حضرت ابوسبرہ بن ابورہم اور حضرت سہیل بن بیضا۔ ابن سعد نے مہاجرین حبشہ کے قافلۂ اولیں کی فہرست میں حضرت حاطب بن عمرو، حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابن جوزی نے حضرت عبداللہ بن بیضا کا اضافہ کیا ہے، اس طرح ان عازمین ہجرت کی تعداد سترہ ہو جاتی ہے۔ زہری کا کہنا ہے کہ حضرت حاطب نے سب سے پہلے حبشہ کی سرزمین پر قدم رکھا تاہم ابن ہشام حضرت حاطب بن عمرو کو سڑسٹھ اہل ایمان کے اس دوسرے گروپ میں شمار کرتے ہیں جو چند ماہ کے بعد حضرت جعفر بن ابوطالب کی قیادت میں دو کشتیوں پر سوار ہو کر سوے حبشہ روانہ ہوا۔ دونوں گروپوں کے مہاجرین کی مجموعی تعداد تراسی (ابن جوزی: ایک سو نو) بنتی ہے۔ حضرت حاطب کے بھائی حضرت سلیط بن عمرو، حضرت سکران بن عمرو، ان کی اہلیہ حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت حاطب کے قبیلہ بنوعامر بن لوئی کے حضرت مالک بن زمعہ، ان کی اہلیہ حضرت عمرہ بنت سعدی، حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت عبداللہ بن سہیل اور بنوعامر بن لوئی کے حلیف حضرت سعد بن خولہ ہجرت میں ان کے ساتھ تھے۔ حضرت حاطب بن عمرو ان اصحاب میں شامل نہ تھے جو شوال ۵؍ نبوی میں قریش کے ایمان لانے کی افواہ سن کر مکہ لوٹ آئے۔ ابن ہشام نے مکہ میں داخل ہونے والے تینتیس اصحاب کی فہرست میں ان کا نام بیان نہیں کیا، تاہم بلاذری اور ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ حضرت حاطب مکہ واپس آئے اور باردگر حبشہ کو ہجرت کی۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت حاطب بن عمرو بن عبدشمس نے جنگ بدر میں حصہ نہیں لیا، کیونکہ وہ اس وقت حبشہ میں تھے، تاہم ان کے ہم نام حضرت حاطب بن عمرو بن عبید غزوۂ فرقان میں شریک تھے۔

(۶۲۶ء میں) ہجرت مدینہ کو سات برس بیت گئے تو حبشہ میں موجود مہاجرین نے یہ کہہ کر مدینہ جانے کی خواہش ظاہر کی کہ ہمارے نبی غالب آ گئے ہیں اور دشمن مارے جا چکے ہیں۔ تب نجاشی نے زادراہ دے کر ان کو رخصت کیا (المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۴۷۸)۔ مہاجرین عمرو بن امیہ ضمری کے ساتھ دو کشتیوں میں سوار ہو کر حجاز کے ساحل پر پہنچے۔ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غرض سے حبشہ بھیجا تھا۔ ساحل سمندر سے وہ اونٹوں پر سوار ہو کر آئے، مدینہ لوٹنے والوں کے نام یہ ہیں: حضرت جعفر بن ابوطالب، ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس، ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت خالد بن سعید بن عاص، ان کی اہلیہ حضرت امینہ (یا ہمینہ) بنت خلف، ان کے بیٹے

حضرت سعید بن خالد اور بیٹی حضرت امہ بنت خالد، حضرت خالد کے بھائی حضرت عمرو بن سعید بن عاص، حضرت معیقیب بن ابو فاطمہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت اسود بن نوفل، حضرت جہم بن قیس، ان کے بیٹے حضرت عمرو بن جہم، حضرت خزیمہ بن جہم، حضرت عامر بن ابو وقاص، حضرت عتبہ بن مسعود، حضرت حارث بن خالد، حضرت عثمان بن ربیعہ، حضرت محمیہ بن جز، حضرت معمر بن عبداللہ، حضرت حاطب بن عمرو، حضرت مالک بن ربیعہ، ان کی زوجہ حضرت عمرہ بنت سعدی اور حضرت حارث بن عبد قیس۔ سرزمین حبشہ میں وفات پا جانے والے اہل ایمان کی بیوگان بھی مدینہ واپس آئیں۔

موسیٰ بن عقبہ، ابومعشر اور طبری کی روایت کے مطابق حضرت سکران بن عمرو نے حبشہ میں وفات پائی، تاہم ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد اور بلاذری کہتے ہیں کہ وہ اپنی زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ کے ساتھ حبشہ سے مکہ واپس آئے اور یہیں انتقال کیا۔ سیدہ سودہ کی عدت ختم ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پیام نکاح بھیجا۔ سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد یہ آپ کا پہلا عقد تھا۔ انھوں نے جواب دیا: میرا معاملہ آپ کی صواب دید پر منحصر ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنی شادی کے لیے اپنی قوم کے کسی شخص کو کہو۔ چنانچہ انھوں نے یہ ذمہ داری اپنے دیور حضرت حاطب بن عمرو کو سونپی۔ ابن ہشام نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اولاً حضرت سلیط بن عمرو کا نام لیا پھر مرجوح روایت کے طور پر حضرت حاطب کا ذکر کر کے بتایا کہ ابن اسحاق نے اس روایت کو رد کیا اور کہا ہے کہ حضرت سلیط اور حضرت حاطب دونوں بھائی اس وقت سرزمین حبشہ میں تھے۔ بلاذری سیدہ سودہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے والی نکاح حضرت حاطب بن عمرو تھے پھر شاذ روایت کے طور پر وہ زمعہ بن قیس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ طبری اور مسند احمد میں سیدہ عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی اہلیہ حضرت خولہ بنت حکیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر حضرت سودہ کے گھر گئیں اور ان کے والد زمعہ بن قیس نے یہ رشتہ طے کیا (مسند احمد، رقم ۲۵۷۶۹)۔

بلاذری کہتے ہیں کہ حضرت حاطب جنگ بدر میں بھی شریک ہوئے گویا انھوں نے حبشہ سے مکہ لوٹ کر یہاں سے مدینہ کو ہجرت کی اور پھر غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ ابن حجر ان کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت حاطب نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ ابن ہشام نے ''السیرۃ النبویۃ'' میں غزوۂ بدر کے ۳۱۴ (واقدی: ۳۱۳، موسیٰ بن عقبہ: ۳۱۶) شرکا کی مکمل فہرست لکھی اور حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس کا نام نہ دیا، البتہ ان کے ہم نام حضرت حاطب بن عمرو بن عبید کا ذکر ضرور کیا۔ ابن جوزی نے ''المنتظم فی تواریخ الملوک والامم''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

میں حضرت حاطب بن عمرو کا نام لکھا اور یہ نہ بتایا کہ یہ حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس ہیں یا حضرت حاطب بن عمرو بن عبید۔ ''البدایۃ والنہایۃ'' میں ابن کثیر نے حضرت حاطب بن عمرو بن عبید کا نام درج کرنے کے بعد واقدی کے حوالے سے حضرت حاطب بن عمرو بن عبد شمس کا اضافہ کیا۔

بلاذری یہ قول نقل کرنے کے بعد کہ حضرت حاطب بن عمرو سرزمین حبشہ میں سب سے پہلے وارد ہوئے اور سب سے آخر میں حضرت جعفر بن ابوطالب کے ساتھ وہاں سے واپس آئے، تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ بات مورخین کے ہاں بڑی الجھی ہوئی اور گڈمڈ ہے۔ الجھاؤ کا اصل سبب اکثر اہل سیر کے متفق ہونے کے باوجود کہ حضرت حاطب ۷ھ میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حضرت جعفر طیار کے ساتھ حبشہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے قافلے میں شامل تھے، یہ کہنا ہے کہ وہ ہجرت مدینہ سے قبل مکہ لوٹ آئے تھے اور انھوں نے جنگ بدر میں حصہ لیا۔

حضرت حاطب کے ایک بھائی سہیل بن عمرو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے، اسلام کی مخالفت میں اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے تھے۔ غزوۂ بدر میں وہ مشرکوں کی طرف سے لڑتے ہوئے حضرت مالک بن دخشم کے ہاتھوں قید ہوئے۔ سہیل بن عمرو ہی تھے جنھوں نے معاہدۂ صلح حدیبیہ تحریر کرنے میں مشرکین مکہ کی نمایندگی کی۔ انھوں ہی نے 'بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم' کی جگہ 'باسمك اللّٰهم' اور 'محمد رسول اللّٰہ' کے بجائے 'محمد بن عبد اللّٰہ' لکھنے پر اصرار کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد وہ ایمان لے آئے۔

مدینہ کی طرف تیسری ہجرت کرنے کے بعد حضرت حاطب بن عمرو کی زندگی کیسے گزری؟ اور ان کی وفات کب ہوئی؟ یہ سب معلومات تاریخ کے پردوں میں مستور ہو چکی ہیں۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، جمل من انساب الاشراف (بلاذری)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ساجد حمید

قرآن و حدیث اور عورت کا دائرۂ کار

[یہ مقالہ ایک کانفرنس کے لیے لکھا گیا تھا۔ اس لیے اس کی ساخت اس کانفرنس کی ضروریات کے مطابق ہے۔ میں اپنے مقالات اس طرز پر نہیں لکھتا۔ لیکن مفید مطلب ہونے کی وجہ سے استفادۂ عام کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ مصنف]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تمہید

آج کے عہد کا یہ ایک اہم سوال ہے کہ عورت کا دائرۂ عمل کیا ہے؟ اس باب میں ایک عمومی رائے پائی جاتی ہے کہ اس کا اصل مقام یہ ہے کہ وہ گھر میں رہے۔ لیکن یہ رائے نصوص قرآن و حدیث کے بجائے محض علاقائی تصورات پر قائم ہے۔ اگر کوئی نصوص اس میں استعمال بھی ہوئی ہیں تو وہ محض سرسری اور سیاق و سباق کے لحاظ رکھے بغیر استعمال ہوئی ہیں۔ اس مقالہ میں ہم قرآن و حدیث کی روشنی[1] میں اس موضوع پر بحث کریں گے اور دیکھیں گے کہ قرآن و سنت کے نصوص کیا کہتے ہیں۔ ان نصوص سے کیا بات اصل میں مراد ہے۔ خاص طور پر احادیث میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں واقعات ایسے منتقل ہوئے ہیں جس سے عورت کے دائرۂ عمل کے بارے میں ہمارے موجودہ دینی تصورات کو حیرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہماری رائے قرآن و سنت کے نصوص کے براہ راست اور گہرے مطالعہ سے یہ بنی ہے کہ قرآن و سنت عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے آداب اور حدود و قیود ضرور مقرر کرتے ہیں، لیکن عورت کو نہ کام کرنے سے روکتے ہیں اور نہ گھر سے باہر نکلنے کو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدود و قیود ہی اس بات کا ثبوت ہیں کہ انھیں گھر سے باہر نکلنے، مردوں

---

[1] واضح رہے کہ ان نصوص کے فہم میں استاذِ گرامی کی کتاب ''میزان'' میں موجود بحث ''مرد و زن کا اختلاط'' پر انحصار کیا گیا ہے۔

سے معاملات کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ کیونکہ اگر انھیں یہ آزادی حاصل نہیں ہوتی تو اس قانون کے دینے کا مقصد ہی کیا تھا؟

ہمارے پاس دو قسم کے نصوص قرآن مجید میں ہیں: ایک وہ جس میں مجھے عصر حاضر کی امت کے عمومی فہم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دوسرے وہ جن میں ہم عمومی مسلک سے یہاں اختلاف کریں گے۔ مثلاً سورۂ احزاب وہ سورہ ہے جس میں دور حاضر کے علما کے ایک طبقہ نے راے بنانے میں سیاق وسباق کا خیال نہیں رکھا[۲]۔ عرب وعجم کے ان علما کے ہاں ایک عمومی رجحان یہ پیدا ہوا ہے کہ قرآن مجید کے جملے اپنے سیاق وسباق سے کاٹ کر، بلکہ اپنے جملے سے بھی کاٹ کر استعمال کر رہے ہیں۔ مثلاً (الشحود ۲۰۱۰) علی بن نایف نے اپنی کتاب ''القرآن الکریم فی مواجھۃ الجاہلیۃ'' میں ایک باب 'المرأة بين عفاف الإسلام ورجس الجاهلية' (ص ٦٦) کے نام سے لکھا ہے۔ اس باب میں اسلام کی عفت کا اصول سورۂ احزاب کی درج ذیل آیت سے نکالا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا. (۳۳: ۳۲-۳۴)

اس میں جس 'تطہیر' کا تعلق ہے، اس کا کوئی تعلق اس عمومی عفت سے نہیں ہے، یہ خاص ازواج مطہرات کا معاملہ ہے۔ اس سلسلۂ آیات کا آغاز 'يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ' سے ہوا ہے۔ ان آیات کو عمومی معنی میں لینا ایسا ہی ہے، جیسے ازواج مطہرات والے اس قانون کو کہ وہ ہماری مائیں ہیں عام کر دیا جائے۔ جس کے معنی یہ بن جائیں گے کہ ہر مذہبی پیشوا کی ازواج اس کے مریدوں کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہاں تطہیر سے مراد عفت نہیں ہے، بلکہ منافقین کی ریشہ دوانیوں سے بچانا مراد ہے۔ مذکورہ بالا تطہیر آیت ۳۳ میں بیان ہوئی ہے، جبکہ منافقین کا ذکر آیت ۳۲ میں ہے۔ یہاں 'تطہیر' اسی معنی میں آیا ہے جو سورۃ المائدہ کی درج ذیل آیت میں آیا ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا.... (آل عمران ۳: ۵۵)	''یاد کرو، جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ، میں تمھیں متوفی کروں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمھیں کافروں سے مطہر کر دوں گا (یعنی بچا لوں گا)''....

۲ علمی تنقیح کے لیے دیکھیے ''میزان'' اور ''البیان'' از جاوید احمد صاحب غامدی۔

ویسے بھی قرآن مجید میں 'مُطَھّر' کا لفظ کہیں بھی عفت کے معنی میں نہیں آیا قرآن مجید میں یہ میل کچیل اتارنے اور جسمانی ناپاکی دور کرنے کے معنی میں تو آیا ہے، مگر باطنی ناپاکی کی دوری کے لیے 'تزکِیَۃ' کا لفظ آیا ہے۔ جبکہ سورۂ احزاب کی آیت ۳۲ کے بنائے ہوئے سباق سے یہ بات واضح ہے کہ یہ یہاں بچانے کے معنی میں آیا ہے۔

اس مقالے میں ہمارا طریق کار یہ ہوگا کہ ہم متفقہ آیات سے معلوم ہونے والے احکام کو مختصراً نکات کی صورت میں بیان کریں گے۔ جن مقامات پر ہم کوئی مختلف بات کریں گے وہاں ہم اپنا استدلال بھی عرض کر دیں گے۔ اس استدلال کی بنیاد لسانی ہوگی اور اسلاف کے حوالوں پر بھی ہوگی۔

حدیث والے باب میں کسی تاویل سے کام نہیں لیا گیا۔ جو سادہ مفہوم متبادر ہو رہا ہے، اسی سے استدلال کیا گیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ صاحبین — بخاری و مسلم — تک محدود رہوں تاکہ حدیث کی صحت و سقم کے بارے میں تردد پیدا نہ ہو۔ اس مقالے کی ضرورت کے پیش نظر ان کتب کے حوالے جدید طرز پر دے دیے ہیں، یعنی حدیث کا نمبر بتا دیا ہے۔

عورت کے گھر سے باہر کے کاموں میں حصہ لینے کی یہ اجازت مطلق نہیں، بلکہ مرد ہی کی طرح عورت، یعنی دونوں کے لیے گھر سے باہر نکلتے وقت اور اپنی ضرورت اور شوق کے کام پورا کرنے کے لیے تمام دینی احکام کی پابندی کرنا لازم ہے۔ اسی طرح زندگی کے کاموں میں صحیح ترجیحات قائم ہونی چاہییں۔ بنیادی کاموں اور شوق و تفریح کے کاموں کا فرق ملحوظ رکھنا ہوگا۔ ان میں سے چند امور کا اس مضمون میں ہم ذکر کریں گے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فصل اول

قرآن مجید کے احکام

لباس کا حکم

قرآن مجید سے لباس سے متعلق ایک ہدایت سورۂ اعراف میں آئی ہے، اور اس کا تاریخی حوالہ حضرت آدم کے وقت سے جوڑا ہے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ ''اے اولاد آدم، ہم نے تمھیں لباس عطا کیا ہے

سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. (الاعراف ۷: ۲۶-۲۸)

تا کہ وہ تمھاری شرم گاہوں کو ڈھانپے، اور ہم نے (تمھیں لباس کی صورت میں) پر[۳] دیے ہیں۔ اور تقویٰ والا لباس وہ تو سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں تا کہ تم اچھی بات کی نصیحت حاصل کرو۔ اے اولاد آدم، (ان حکموں کو اپناؤ تا کہ) شیطان تمھیں فتنے میں مبتلا نہ کر دے۔ جیسے اس نے تمھارے ماں باپ (آدم وحوا) کو جنت سے نکلوا دیا تھا، ان کا لباس ان سے چھین کر، تا کہ ان پر ان کی شرم گاہ کو باہم دکھا دے، شیطان اور اس کا ٹولہ تمھیں دیکھ رہا ہے، اس طرح سے کہ تم انھیں نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیاطین کو صرف ان کا دوست بنایا ہے، جو ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب یہ لوگ فحاشی کا ارتکاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا ہی کرتے پایا ہے اور اللہ ہی نے اس کا حکم دیا ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ اللہ سے وہ بات منسوب کرتے ہو جس کا تمھارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ان آیات کریمہ سے درج ذیل اہم امور معلوم ہو رہے ہیں:

☆ لباس کے دو مقصد ہیں: اخلاقی اور طبعی، یعنی بالترتیب ۱۔ ستر پوشی اور ۲۔ زیبایش اور موسمی اثرات سے بچاؤ۔

☆ لباس کا اخلاقی مقصد جسم کی ستر پوشی ہے۔ 'يُوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ' کے الفاظ اسی حقیقت کو بیان کر رہے ہیں۔ یہ بیان علت ہے۔ اور لباس کے حکم کا سبب یہ ہے کہ ان کے افشا سے بچا جائے۔ یہ حکم وضعی ہوا۔[۴]

☆ لباس کے بارے میں بے احتیاطی جنت سے محرومی کا سبب ہے، جسے یہاں قصۂ آدم وحوا کے حوالے سے

۳؎ پر اور بال جانوروں کے لیے وہی کام کرتے ہیں، جو ہمارے لیے لباس کرتا ہے۔ ہماری جلد کو بالوں اور پروں سے جب صاف کیا گیا تو ہمیں لباس کا حکم دیا گیا، اور اس کے لباس بنانے کی چیزیں بھی پیدا کی گئیں۔

۴؎ اس طرح کے مباحث کانفرنس کی ضرورت کے پیش نظر ڈالے گئے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے۔

☆ لباس کا تعلق 'فحشاء' کے روکنے سے ہے۔ جسے آیت ۲۸ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ لباس کے اخلاقی پہلو کی علت ہے۔ یہ ترکِ لباس کا مانع ہے۔

☆ لباس کا دوسرا مقصد زیب وزینت، اور موسمی اثرات سے ذریعۂ نجات ہے۔ اس بات کو 'ریشا' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ پرندے کے پروں کے لیے ہے، جو زیبایش اور گرمایش دونوں کام دیتے ہیں۔ یہ لباس کے لیے طبعی اسباب ہیں۔

☆ زینت والے لباس پر تقوے کا پہرا بٹھایا جائے۔ اس بات کو قرآن مجید نے 'وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ' سے سمجھایا ہے۔ یہ مقصدِ لباس ہے۔ اس کے لیے حکم سورۂ نور میں آیا ہے۔

☆ لباس کے بارے میں بے احتیاطی شیطانی بہکاوا ہے، اس کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں جو پکے ایمان سے محروم ہوں۔ یہ بات آیت ۲۷ میں بیان کی گئی ہے۔ یہ لباس کے حکم کی سنجیدگی کو نمایاں کرتی ہے۔

☆ یہ ہدایات تمام بنی آدم کے لیے ہیں، اس کی طرف اشارہ 'يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ' کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ مرد وعورت، جوان و بزرگ، مسلم وغیر مسلم ہر کسی کے لیے ہیں۔

☆ آدم وحوا علیہما السلام کے جنت سے نکلوائے جانے کا عمل بھی کسی نہ کسی پہلو سے لباس ہی سے متعلق تھا۔ یہ بھی لباس کی اہمیت کو یاد دلاتا ہے۔

انھی آیات کے ذیل میں وہ احادیث بھی آئیں گی جن میں آپ نے ایسے لباس کو غلط قرار دیا ہے، جو یا ستر پوشی نہیں کرتا یا فحشاء کا سبب ہے۔ جیسے آپ کا فرمان ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ شَامِيَّةٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ قَالَ: "مَا هٰذَا يَا أَسْمَاءُ؟ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يَصْلُحْ أَنْ يُرٰى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا، وَهٰذَا" وَأَشَارَ إِلٰى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ.

''سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ (ان کی بہن) ابوبکر صدیق کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو انھوں نے ایک باریک شامی لباس پہن رکھا تھا۔ جب آپ کی نظر پڑی تو آپ نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ پھر گویا ہوئے: اسماء یہ کیا پہن رکھا ہے؟ جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے یہ درست نہیں کہ اس کے جسم کے اعضا نظر آئیں سوائے ان دو کے، اور آپ نے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔‘‘

خلاصہ

لباس اخلاقاً شرم گاہوں کو ڈھانپنے کے لیے ہے، تاکہ فحشا سے بچا جا سکے۔ یہ ایمان اور تقویٰ کا لازمی تقاضا ہے، یہ پوری انسانیت کے لیے اللہ کا حکم ہے، لہٰذا یہی انسانی فطرت ہے۔ اس کے قانونی پہلو سورۂ نور کی روشنی میں آگے زیر بحث آئیں گے۔

اس ہدایت میں عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے لیے کوئی مانع بیان نہیں ہوا۔

احکام

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پہلا مقام

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (۲۴: ۳۰-۳۱)

☆ عورتوں اور مردوں کو یہاں پہلا حکم غض بصر کا دیا گیا ہے۔ صنف مخالف کے سراپے کا جائزہ لینے سے روکا گیا ہے۔ یعنی غیر مرد عورت کے حسن اور سراپے کو نہارنے سے روکا گیا ہے۔ اور نگاہ کو نگاہ سے چار کرنے سے منع کیا گیا ہے، جس میں صنف مخالف کے لیے پیغام رسانی ہو، کشش ہو یا شہوت ہو۔

☆ عورتوں اور مردوں کو دوسرا حکم حفاظتِ فرج کا دیا گیا ہے، اسے بعض اوقات صرف بدن ڈھانپنے کے معنی میں لیا گیا ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حفظِ فرج کے بجاے ستر فرج کا حکم ہوتا۔ یہ دراصل تمام

صنفی تعلقات کو جامع ہے۔ یعنی اپنے عشوہ وادا سے پھسلانے سے لے کر اعضاے صنفی کو غیر پر ظاہر کرنے اور یہاں سے لے کر زنا تک تمام چیزیں اس میں آ جاتی ہیں۔ یعنی لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود شرم گاہوں کی طرف رغبت اور متوجہ کرنے والے امور سے رکنا۔ کپڑوں کا خیال رکھنا کہ وہ پہنے ہوئے ہونے کے باوجود برہنگی پیدا نہ کر دیں، جیسے اٹھتے بیٹھتے ہوئے کپڑوں کا اپنے جگہ سے ہٹ جانا وغیرہ۔

اخفاے زینت[۵]: یہ حکم صرف عورتوں کے لیے ہے۔ حسن و جمال کو عیاں نہ کرنا سوائے ان مقامات کے جو چلتے پھرتے کام کرتے نمایاں ہوتے ہی ہیں، جیسے ہاتھ اور چہرہ[۶]، یہ دونوں عام طور پر (جبلةً) کھلے ہی رہتے ہیں۔ علامہ الزمخشری (۴۰۷ھ) رقم فرما ہیں: 'وهذا معنى قوله إِلَّا ما ظَهَرَ مِنْها، يعني إلا ما جرت العادة والجبلة على ظهوره والأصل فيه الظهور'، اس قول الٰہی کہ 'اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا' سے مراد یہ ہے کہ جو عادت اور جبلت کی رو سے کھلا ہی رہتا ہے، اور اس میں اصل صورت یہی ہے کہ وہ کھلا رہے۔ (۲۳۱/۳)

زینت ایک بہت جامع لفظ ہے، جس کے معنی میں حسن، اصل معنی کی حیثیت رکھتا ہے، خواہ وہ فطری ہو یا غازہ کی کرامات ہو۔ اسی سے یہ لفظ بعد میں مجازاً ان چیزوں کے لیے بھی بولا جانے لگا، جو حسن و زیبایش کا سبب ہوتی ہیں، جیسے زیورات، سرخی پوڈر وغیرہ۔ لہٰذا یہ بات واضح رہے کہ یہ حکم لباس کا نہیں ہے۔ بلکہ غیر مردوں پر اظہار زینت سے متعلق ہے۔ یعنی اپنے حسن و جمال کی طرف نامحرموں کو، اپنے لباس، سنگھار اور عشوہ وادا سے نمایاں و ظاہر کرنا۔ یعنی

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۵؎ بعض مفسرین و فقہا نے زینت سے مراد اعضاے بدن لیا ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ آگے کا ایک حکم جس میں پائل وغیرہ کی چھنکار کو زینت کے ابداء کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ جس کا کوئی تعلق کسی عضو سے نہیں ہے۔ دل چسپی کی بات یہ ہے کہ اس میں دیکھنے کا عمل بھی نہیں ہوتا۔ بس آواز پیدا کرنے سے روکا گیا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ پرانے زمانے میں خواتین سینہ کو ننگا رکھتی تھیں۔ اس کو ڈھانپنے کا حکم ہے۔ یہ بھی درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ زینت کا لفظ اس معنی میں عربی میں نہیں ہے، اور اس مجاز کا یہاں کوئی قرینہ نہیں ہے۔ جبکہ زیورات کے لیے آگے پاؤں کی ضرب سے مخفی زینت کا واضح قرینہ موجود ہے۔ مزید یہ بات کہ اس زینت کو باپ، سسر اور بعض رشتے داروں پر ظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے، یقیناً ان پر ان اعضا کا ظاہر کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے۔

۶؎ ہاتھ اور چہرے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، لیکن اسے حدیث کی روشنی میں یہاں لکھا گیا ہے۔ وہ حدیث ذیل میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: دَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ شَامِيَّةٌ رِقَاقٌ، فَأَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ قَالَ: "مَا هٰذَا يَا أَسْمَاءُ؟ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يَصْلُحْ أَنْ يُرٰى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا، وَهٰذَا" وَأَشَارَ إِلٰى وَجْهِهِ وَكَفَّيْهِ.

اظہارِ حسن تین طرح سے ہوسکتا ہے: لباس کی تراش خراش، بناؤ سنگھار، اور عشوہ و ادا۔ تینوں سے یہاں منع کیا گیا ہے۔ عشوہ و ادا کی ایک مثال کا ذکر پائل کی جھنکار کی صورت میں کیا گیا ہے۔

یعنی اپنے فطری حسن کو لباس، سنگھار اور اداؤں کی دل فریب حرکات سے ظاہر کرنے اور اس سے صنف مخالف کو باخبر اور متوجہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً محض جسم کے نشیب و فراز کو بغیر کسی زیور اور میک اَپ کے محض لباس کی کاریگری سے یا محض اداؤں کی فتنہ گری سے اس طرح پیش کرنا کہ اس میں کشش بڑھ جائے یہ بھی ابداے زینت ہوگا۔ اور اس کو زیور و غازہ سے مزید مزین کرنا تو بدرجہ اولیٰ اس میں شامل ہے۔ لہٰذا خواتین کو حفظِ فروج کے ساتھ ساتھ اس باب میں بھی استعفاف کا حکم دیا گیا ہے کہ نامحرموں کے سامنے جب وہ آئیں تو اظہار حسن و جمال سے بچیں، اس کے لیے دو علاج تجویز کیے گئے ہیں: ایک گریبان پر کپڑا رکھنا اور دوسرے چلتے ہوئے احتیاط سے چلنا کہ مخفی زینت کا اظہار بھی نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے یہ تین حکم دیے گئے ہیں:

o بناؤ سنگھار کے چھپانے کے لیے اوڑھنی سے گریبان کو ڈھانپنا چاہیے۔

o چند لوگوں کے سوا باقی سب سے بناؤ سنگھار کو چھپانا۔ یہ ان لوگوں کی فہرست ہے جن کے لیے اسلامی تہذیب میں لوگ بالعموم صنفی کشش اور میلان نہیں رکھتے۔ ان میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

o بناؤ سنگھار کے لیے پہنے ہوئے زیورات وغیرہ سے پاؤں مار مار کر جھنکار پیدا نہ کرنا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اگر بنظر غائر تمام حکم کو دیکھا جائے تو یہ مردوں اور عورتوں کے اکٹھا ہونے کے وقت غلط رویوں سے بچنے کا حکم ہے۔ یعنی نگاہیں چار کرنا، اپنا حسن و جمال دکھاتے پھرنا وغیرہ۔ یہاں لباس کے قانون کا مسئلہ بیان نہیں ہو رہا، یہی وجہ ہے کہ خواتین کو بھی زینت چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ یہاں پردہ اور لباس نہیں، بلکہ رویہ زیر بحث ہے۔

تین رویے ہیں، جو جنسی بے راہ روی کی راہ کھولتے ہیں:

ایک نگاہ بازی، جس میں صنف مخالف کے سراپے کو نہارا جاتا اور یوں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ دیکھنے والا فریفتہ حسن و جمال ہے، تاکہ اس کو اپنی طرف مائل کرے۔ اس کے سد باب کے لیے غض بصر کا حکم آیا ہے۔

دوسرے شرم گاہوں سے متعلق فحش حرکات و سکنات، حیلے بہانے سے شرم گاہ ظاہر کرنا وغیرہ۔ یہ صنف مخالف کو مائل بہ گناہ کرنے کا سریع ترین طریقہ ہے۔ اس کے روکنے کے لیے حفظ فروج کا حکم آیا ہے۔

تیسرے بن ٹھن کر عشوہ و ادا دکھانا، اس کی برائی سے بچانے کے لیے اخفاے زینت کا حکم آیا ہے۔

دلیل وشاہد

ہمارے تھیسز کے حق میں یہ بات یہاں سے معلوم ہو رہی ہے کہ یہاں عورت کو گھر میں ٹکے رہنے کا نہیں کہا گیا، بلکہ ان تین امور میں احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا اگر کوئی عورت ان امور کی پاس داری کرتے ہوئے معاشرے میں تعمیری وملی کام کر سکتی ہے تو اسے کم ازکم ان آیات کے لحاظ سے شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ یعنی اس مقام میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جو عورت کے دائرۂ کار کو متعین کرتی ہو۔

معاشرے میں مرد وعورت کے مابین تعلق میں خرابی کے پیدا ہونے کا امکان ان احکام کا سبب ہے، یہ حکم وضعی ہے۔ اس حکم کا تعلق جس قدر گھر میں رہ کر ہے، اسی قدر گھر سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے عورت کے گھر سے باہر نکلنے میں مانع نہیں مانا جاسکتا، مثلاً جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'الحمو الموت'[ے] (دیور موت ہے) تو اس کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ دیور کو گھر سے نکال دیا جائے، حالاں کہ اس فرمان کا سبب بھی وہی ہے جو حجاب کا ہے۔ اس لیے یہ مانع نہیں، بلکہ محض غایت احتیاط کا اسلوب ہے۔

عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے لیے کوئی وضعی یا تکلیفی حکم یہاں موجود نہیں ہے۔ یعنی یہاں کوئی ایسا مانع بیان نہیں ہوا کہ جس کی وجہ سے ہم عورت کو منع کر سکیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دوسرا مقام

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْکُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ اَوْ مَا مَلَکْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِیْقِکُمْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ

ے عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِياكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَفَرَأَيْتَ الحَمْوَ؟ قَالَ: "الحَمْوُ الْمَوْتُ". (مسلم، رقم ۵۲۳۲)

لَعَلَّکُمُ تَعُقِلُونَ. (۲۴: ۶۰-۶۱)

☆ نکاح کی توقع سے بڑی عمر والی خواتین، وہ دوپٹا یا چادر اتار سکتی ہیں، جو سینے پر زینت چھپانے کے لیے ڈالی گئی تھی، لیکن یہ بھی اس وقت کہ جب 'تبرج' پیش نظر نہ ہو۔ یہاں 'یُبُدِیُنَ' کے بجاے 'متبرجات' کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی دکھانے کے بھی ہیں اور مزین کرنے کے بھی، 'تبرج بزینة'، کے اس صورت میں دو معنی ممکن ہیں: ایک دکھانے کے معنی میں یہ 'یبدین' سے زیادہ شدت اپنے اندر رکھتا ہے۔ یعنی حیاداری کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اظہار زینت۔ التیفاشی (۱۹۸۰) نے لکھا ہے: 'وتبرج المرأة وھو تعرضھا لأن تظھرَ وتُرىَ' (ص۱۹۹)۔ اگر ایسا ارادہ نہ ہو تو یہ کپڑا اتارنا منع نہیں ہے۔

دوسرے معنی سجنے کے ہیں، یعنی بناؤ سنگھار سے بن ٹھن جانا، یعنی اگر ان عورتوں نے بناؤ سنگھار یا زیبایش نہ کی ہو تو صرف اسی صورت میں گریبان سے دوپٹا ہٹا سکتی ہیں۔

☆ 'غَیُرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِیُنَةٍ' کا لفظ قرینہ ہے اس بات کا کہ:

o ایک یہ حکم 'وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِھِنَّ' (النور ۲۴: ۳۱) میں تخفیف ہے، کیونکہ وہ بھی زینت سے متعلق تھا اور یہ بھی زینت سے متعلق کیا گیا ہے۔ اور

o دوسرے یہ کہ زینت سے مراد جسم دکھانا نہیں ہے، محض حسن و جمال کا اظہار ہے۔ کیونکہ 'متبرج' برہنگی کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔

o 'غیر متبرجات' اسم صفت ہے جو وصف یا طرز عمل پر دلالت کرتا ہے، اور شدتِ عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

☆ دوستوں کے گھروں میں جا کر مل کر یا الگ الگ کھانے کی اجازت ہے۔ یہ بات ان الفاظ میں کہی گئی ہے: 'صَدِیُقِکُمُ لَیُسَ عَلَیُکُمُ جُنَاحٌ اَنُ تَاۡکُلُوُا جَمِیُعًا اَوُ اَشُتَاتًا'۔ قرینہ واضح ہے کہ مرد و عورت کے اختلاط کی بات ہو رہی ہے، لہٰذا اکٹھے اور الگ الگ کھانے کی مراد انھی صنفوں کا اجتماع و افتراق ہے۔

دلیل و شاہد

یہاں بھی کوئی ایسی بات موجود نہیں ہے جو دائرۂ کار کو متعین کرتی ہو۔ بلکہ یہاں مرد و زن کے پاکیزہ اختلاط پر مزید تائیدی احکام ہیں، جیسے کہ مل کر دوستوں کے گھر کھانا کھانا وغیرہ۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہاں بھی کوئی وضعی و تکلیفی امور عورت کے لیے بیرونی دائرۂ عمل کے لیے مانع نہیں بنتا۔ اگر کوئی مانع یہاں بیان ہوا ہے تو وہ 'تبرج الجاهلية' ہے۔ جس کا تعلق 'وضع ثياب' سے ہے نہ کہ گھر سے نکلنے سے۔

تیسرا مقام

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَيۡرِ مَا اكۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ يُّعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا مَّلۡعُوۡنِيۡنَ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا . (۳۳: ۵۷-۶۲)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہ احکام منافقین کی طرف سے 'أذية المؤمنين' کے ذیل میں آئے ہیں، یعنی اذیت سے بچنے کے لیے آیت ۵۹ میں 'فَلَا يُؤۡذَيۡنَ' سے یہی وجہ بتائی گئی ہے۔

☆ اسی اذیت سے بچنے کے لیے درج ذیل حکم دیا جا رہا ہے:

o جلباب کی قسم کی چادروں کا گھونگھٹ نکال لیں تا کہ پہچانی جائیں اور اذیت نہ دی جائے۔ اگر منافقین پھر بھی باز نہیں آئے، تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی اور مدینہ سے کھدیڑ دیے جائیں گے۔ اور وہ جہاں پائے مار ڈالے جائیں گے۔

☆ اوپر کے دونوں نکات سے اس حکم کی نوعیت دینی نہیں لگ رہی ہے، بلکہ ایک صورت حال سے نبٹنے کی لگ رہی ہے۔

☆ یہاں تمام مسلمان مراد نہیں ہیں، بس وہ مراد ہیں جن کو منافقین اذیت دے رہے تھے۔ 'ذٰلِكَ اَدۡنٰۤى اَنۡ يُّعۡرَفۡنَ فَلَا يُؤۡذَيۡنَ' کے الفاظ اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔ اس اذیت کا ہدف غالباً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ سر کردہ مسلمان بھی تھے۔ جیسے ابو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔ ان کو بدنام کرنے سے اسلام بدنام ہو سکتا تھا کہ دیکھو اسلام نے ایسے لوگ تیار کیے ہیں، جن کی بیگمات یوں ہیں اور یوں ہیں۔ اس کا دوسرا مقصد مسلمانوں کو

اذیت دینا تھا، حاسد کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ عزت والے لوگوں کو بدنام کر کے اپنے حسد کے جذبے کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ اسی طرح اس سے مقصد فتنہ پیدا کرنا بھی تھا۔ منافق اپنے لیڈروں کی شہ پر یہ چاہتے تھے کہ اکابرین امت پر تہمت دھریں، جس سے وہ غصہ میں آ کر کوئی اقدام کریں گے، اور جھگڑا اور فساد پیدا ہو گا۔ جس سے مدینہ کی حکومت کمزور ہو گی۔ نتیجتاً اسلام کمزور ہو گا، اور اسے سیاسی اور سماجی زک پہنچے گی، اور دشمنان اسلام کو اس نئے مذہب کو کچلنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن قرآن مجید نے اس کا بالکل الگ قسم کا حل تجویز کیا اور منافقین کی ساری پلاننگ ختم ہو کر رہ گئی۔

دلیل وشاہد

یہاں تو حیرت انگیز صورت سامنے آ رہی ہے۔ یعنی مسلمان خواتین پر الزامات لگ رہے ہیں۔ اور ان کے لیے باہر جانے میں عزت و ناموس پر تہمتیں لگنے کے خطرات موجود ہیں، تب بھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ گھروں سے کیوں نکلتی ہو۔ بس چادر لینے کا حکم دیا ہے تا کہ ایک علامت مقرر ہو جائے اور منافقین اپنی حرکتوں کے لیے بہانے نہ بنا سکیں۔ حالاں کہ اگر اسلام کا مزاج یہی تھا کہ عورت گھر میں ٹکی رہے تو بلاشبہ سب سے آسان راستہ یہ تھا کہ اسلام پابندی لگا دیتا۔ کم از کم اتنا ہی کہہ دیتا کہ کم نکلا کرو۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہاں وضعی حکم یہ ہے کہ منافقین کی ایذا جلابیب کے استعمال کا سبب ہے۔ اور منافقین کی ریشہ دوانیوں سے بچنے کے لیے حکم تکلیفی یہ ہے کہ جلباب کو تعرف کے لیے استعمال کیا جائے، تا کہ منافقین کی طرف سے آنے والی ایذا سے بچا جا سکے۔

چوتھا مقام

قرآن مجید کے ان تمام مقامات سے یہ بات واضح ہے کہ نامحرم عورت و مرد کو باہم ملتے وقت کچھ آداب سکھائے گئے ہیں جن کا تعلق زیادہ تر لباس اور اس سے متعلق احتیاط سے ہے یا رویوں اور ان میں حیا سوز حرکات و سکنات سے ہے۔ ان آداب کو قانونی شکل دے کر لازم کر دیا گیا ہے تا کہ ان سے انحراف نہ ہو اور معاشرہ اپنی پاکیزہ روی پر قائم رہے۔ ان آداب و احکام دینے ہی سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مرد و عورت کا معاشرے میں اختلاط ہو گا، تبھی تو قانون سازی کی گئی ہے۔ وگرنہ اتنا ہی قانون کافی تھا کہ عورتیں مردوں کے سامنے آئیں ہی نہیں۔

ان آداب واحکام میں کہیں بھی کوئی ایسا حکم نہیں ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ عورت کو معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے سے روکا گیا ہو۔ اسے ان آداب میں رہتے ہوئے آنے جانے، اٹھنے بیٹھنے اور کام کاج میں کوئی قدغن نہیں ڈالی گئی ہے۔ البتہ قرآن مجید میں ایک حکم ایسا ہے جس سے یہ بات نکالی جاسکتی ہے۔ وہ حکم سورۂ احزاب کی درج ذیل آیات میں آیا ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا. (۳۳: ۳۲-۳۴)

ان آیات میں ازواج مطہرات کو درج ذیل احکام دیے گئے ہیں:

- آواز میں لوچ پیدا نہ کریں، کہ دل میں منافقت کا روگ رکھنے والے کچھ طمع خام میں مبتلا ہو جائیں،
- سیدھی بات کریں،
- گھروں میں ٹکی رہیں، اور دورِ جاہلیت کے طریقے پر تبرج نہ کریں،
- نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام کریں،
- اللہ اور رسول کی اطاعت کریں،
- قرآن میں دل لگائیں تاکہ اس کی آیات اور حکمت سے تذکیر حاصل ہو۔

ان احکام میں ایک حکم گھر میں ٹکے رہنے کا دیا گیا ہے۔ یہ حکم ازواج مطہرات کے لیے دیا گیا ہے۔ یہ 'یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ' (آیت ۳۲) اور 'اَهْلَ الْبَیْتِ' (آیت ۳۳) سے واضح ہے۔ لہٰذا 'قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ' کا حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ عام مسلمان عورتیں اس کی مکلّف نہیں ہیں۔ علامہ الجصاص (۴۰۵ھ) نے ''احکام القرآن'' میں لکھا ہے: 'وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ رَوٰی هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ: قِیْلَ لِسَوْدَةِ بِنْتِ زَمْعَةَ' (۵/۲۲۹)۔ سودہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین میں سے ہیں۔

دور جدید میں بعض علما نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ازواج مطہرات باقی امت کی عورتوں کے لیے اسوہ ہیں۔ یہ بات باقی امور میں درست ہے، لیکن اس حکم میں درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

'لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ' یعنی اس معاملے میں تم باقی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔لہٰذا گھر میں ٹکے رہنے کا یہ حکم امت کی دیگر عورتوں کے لیے ہرگز نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ عام ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں 'کُمۡ' یعنی مذکر مخاطب جمع کا صیغہ استعمال کر کے اسے عام کر دیا ہے، بلکہ یہ عورتوں کے لیے بھی خاص نہیں رہا، مرد بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اس گروہ کو عربی زبان کے اس اسلوب کی خبر نہیں ہے کہ اہل بیت کے بعد ضمیر مذکر جمع کی آتی ہے، خواہ اس میں ایک ہی بیوی مخاطب ہو، خواہ ایک سے زیادہ۔ دونوں صورتوں میں اس میں مرد شامل نہیں ہو سکتے۔اس کی ایک مثال سیدہ سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے قرآن مجید ہی میں دیکھیے کیا الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ. (ہود ۱۱: ۷۳)

''فرشتوں نے سیدہ سارہ سے کہا: کیا آپ اللہ کے حکم سے متعجب ہیں، اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، آپ پر اے اہل بیت، اللہ تعالیٰ ستودہ صفات و بزرگ ہیں۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دلیل و شاہد

قرآن مجید کے اس مقام سے ازواج مطہرات کے لیے بلا شبہ یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ انھیں ان کی خاص حیثیت کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا تھا۔وہ عام عورتوں سے کئی اعتبار سے ممتاز تھیں، جیسے مومنین کے لیے ان کی حرمت ماں جیسی قائم کی گئی۔وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی نمایندہ تھیں، ان کی پاک بازی اور تہمت سے پاک ہونے پر نبی اکرم کی عظمت اور مسلمانوں کی پوری جماعت کی عزت منحصر تھی۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ منافقین کی ریشہ دوانیوں سے انھیں بچانے کے لیے سخت قانون سازی بھی کر سکتے تھے، لیکن اس سے اسلام کو نقصان پہنچتا، اس لیے ازواج مطہرات پر پابندی لگائی گئی تاکہ کسی فتنہ و فساد کے بغیر ہی مسئلہ حل ہو جائے۔ دوسری طرف منافقین کو یہ کہا گیا کہ وہ اب بھی اگر باز نہ آئے تو ان پر شدید گرفت کی جائے گی اور ان کو دیس نکالا دے دیا جائے گا۔

اس مقام سے بھی ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ عورت کو مطلقاً معاشرتی کاموں میں آنے جانے سے روکا گیا ہو۔ یہاں ایک حکم تکلیفی 'قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ' کے لیے منافقین کی موجودگی ایک مانع ہے۔

لیکن یہ مانع اس وقت کے لیے خاص ہے جب وہ منافقین موجود تھے، جو ازواج مطہرات کے لیے دل میں برائی رکھتے تھے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ منافقین کا تعلق ہے ہی عہد نبوت سے۔ آج کون ہو گا جس کو ستانے والے کو منافق کہا جائے گا۔ اس لیے کہ پورا امکان ہے کہ جس کو ستایا جا رہا ہے وہ خود غلط ہو۔

مجموعی تبصرہ

ان تمام احکام میں جن کا ہم نے اوپر مطالعہ کیا ہے اگر حکم وضعی کی طرز پر (ذرا وسعت کے ساتھ، یعنی حکم اور سیاق و سباق کے اعتبار کیے بغیر) عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے مانع کو اخذ کیا جائے تو وہ درج ذیل چیزیں وضعیت کا امکان رکھتی ہیں:

۱۔ منافقین کی موجودگی

۲۔ تقویٰ

۳۔ حیا

۴۔ تزکیہ

۵۔ تہمت

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۶۔ ابداے زینت

پہلی چیز آج موجود ہی نہیں ہے۔ جبکہ باقی تمام امور مانع نہیں ہیں۔ بلکہ دین کے مطالبات کی علت اور مقاصد ہیں۔ جن لوگوں نے انھیں مانع قرار دیا ہے، وہ شریعت کے مزاج سے اور اصول فقہ کا صحیح اطلاق نہیں کر سکے۔ وگرنہ یہ امور آج تک کسی عالم نے بطور مانع بیان ہی نہیں کیے۔ مثلاً کیا کسی نے لکھا ہے کہ تقویٰ نماز کے لیے وضع ہے؟ ہاں یہ چیزیں بطور مقصود و مطلوب زیر بیان آئی ہیں۔ ابداے زینت البتہ عورت کے دائرۂ کار سے متعلق مانع تو ہرگز نہیں ہے، لیکن یہ گریبان پر کپڑا لینے کا سبب ضرور ہے۔

فصل: حدیث اور عورت کا دائرۂ کار

اس فصل میں ہم ان احادیث کا تذکرہ کریں گے، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں عورت زندگی کے ہر

میدان میں کام کرتی رہی ہے۔ میری نظر سے اس موضوع پر سینکڑوں حدیثیں گزری ہیں، لیکن یہاں مقالے کی تنگ نائے کی وجہ سے چند ایک کا ذکر کروں گا تا کہ ابلاغ مدعا کے لیے اور میرے تھیسز کے ثبوت کے لیے مواد فراہم ہو سکے۔

احادیث اور عورت کا دائرۂ کار

احادیث میں بے شمار ایسے واقعات ریکارڈ پر موجود ہیں، جن سے نبی اکرم اور صحابہ کے عہد میں عورت کی وہ صورت نظر نہیں آتی، جو آج کل ہمارے مذہبی تصور کے مطابق ہونی چاہیے۔ ذیل کی سطور میں ہم ان واقعات میں سے چند ایک ذکر کریں گے، جس سے یہ اندازہ لگانا ممکن ہوگا کہ عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں عورت معاشرے میں کس قسم کی آزادی رکھتی تھی، اور اس پر کس قسم کی پابندیاں تھیں۔ ان احادیث کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوگی کہ ہمارا دینی تصور دراصل نہ قرآن سے بنا ہے اور نہ احادیث سے، بلکہ محض اپنے یا علاقائی تصورات پر قائم ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نامحرم مرد و زن کی باہم علیک سلیک اور اکٹھے ہو کر کوئی کام کرنا

صحیح بخاری کتاب الجمعۃ، میں 'بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: (فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ)' میں یہ حدیث وارد ہے:

۱۔ حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى أَرْبِعَاءَ فِيْ مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُوْلَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِيْ قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُوْنُ أُصُوْلُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ، فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا، فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ. (بخاری، رقم ۹۳۸)

''ابوحازم سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ سہل کہتے ہیں کہ ہمارے ادھر ایک خاتون تھیں، وہ اپنے کھیت کے نالوں (کھالیوں) میں چقندر بوتی تھی، تو جمعہ کے دن وہ ان کی جڑوں کو (یعنی چقندر کو) اکھاڑ لاتی، پھر اسے ایک ہنڈیا میں چڑھاتی، پھر پسے ہوئے مٹھی بھر جو ان میں ڈال دیتی، اس کھانے میں چقندر ہڈیوں یا بوٹیوں کا کام کرتے۔ ہم جمعہ کی نماز سے پلٹتے تو اس عورت کو آ کر سلام کہتے، اور وہ اس کھانے کو ہمارے قریب کرتی تو ہم اسے (انگلیوں سے لگا لگا

کر) چاٹ لیتے، ہمارا حال یہ تھا کہ اس کے اس کھانے
کی وجہ سے جمعہ کا شدت سے انتظار کرتے۔''

دلیل و شاہد

اس حدیث میں ایک سے زیادہ مردوں کا جمعہ کے بعد ایک عورت کے پاس جا کر بیٹھنا اور کھانا کھانا معلوم ہوتا ہے۔ یہ چیز آج ہمارے دینی تصور سے بہت مختلف ہے۔ یعنی مرد و عورت کا پاکیزہ طریقے سے باہم اختلاط ہوتا تھا۔ واضح رہے کہ اسی حدیث پر ''کتاب الاستئذان ''میں امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو سلام کر سکتی ہیں: (بَابُ تَسْلِيمِ الرِّجَالِ عَلَى النِّسَاءِ، وَالنِّسَاءِ عَلَى الرِّجَالِ)۔

مرد و عورت کی باہم میل ملاقات اور مشاورت

۲۔عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ: أَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْأَلَهُ؟ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْأَلُهُمْ: مَا لِلنَّاسِ، مَا لِلنَّاسِ؟ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَيَقُولُونَ: يَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَهُ، أَوْحٰى إِلَيْهِ، أَوْ: أَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا، فَكُنْتُ أَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ، وَكَأَنَّمَا يُقَرُّ فِي صَدْرِي، وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِإِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ، فَيَقُولُونَ: اتْرُكُوهُ وَقَوْمَهُ، فَإِنَّهُ إِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ، فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ أَهْلِ الْفَتْحِ، بَادَرَ كُلُّ قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ، وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا، فَقَالَ: صَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، وَصَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِينِ كَذَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا. فَنَظَرُوا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْآنًا مِنِّي، لِمَا كُنْتُ أَتَلَقَّى مِنَ الرُّكْبَانِ، فَقَدَّمُونِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِينَ، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ، كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْحَيِّ: أَلَا تُغَطُّوا عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ؟ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوا لِي قَمِيصًا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذٰلِكَ الْقَمِيصِ. (بخاری، رقم ۴۳۰۲)

''عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ مجھے ابو قلابہ نے کہا کہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تم اس سے مل کر پوچھ لو۔ تو کہتے ہیں کہ میں ان سے ملا اور ان سے پوچھا تو کہنے لگے کہ ہم جس (پانی) کنوئیں کے پاس مقیم تھے، وہ لوگوں کی گزرگاہ پر تھا۔

ہمارے پاس سے شتر سوار گزرتے تھے، تو ہم ان مسافروں سے لوگوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے کہ ان کے کیا حال ہیں؟ اور ان کی کیا خبریں ہیں؟ اور یہ بھی پوچھتے کہ اس شخص کا کیا معاملہ ہے؟ تو وہ کہتے کہ وہ اپنے بارے میں یہ خیال کرتا ہے کہ اسے اللہ نے مبعوث کیا ہے اور اس کی طرف اپنی وحی بھیجی ہے۔ یا یہ کہتے کہ یہ اور یہ وحی اس پر اتری ہے (یعنی کچھ آیات سنا کر کہتے کہ اب اس پر یہ وحی آئی ہے)۔ میں اس کلام کو یاد کر لیتا۔ یوں لگتا تھا کہ گویا وہ کلام میرے سینے میں اتار دیا جاتا تھا۔ عرب اسلام لانے کے لیے فتح (فیصلے) کا انتظار کر رہے تھے کہ نبی اکرم اور ان کی قوم کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اگر یہ شخص اپنی قوم پر غالب آ گیا تو پھر (یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ) یہ سچا رسول ہے۔ چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو تمام لوگ اسلام میں تیزی سے داخل ہونے لگے۔ میرے والد میری قوم کے مقابلے میں پہلے اسلام لائے، اور واپس آ کر اپنی قوم سے بولے کہ میں تم لوگوں کے پاس سچے نبی سے مل کر آیا ہوں، انھوں نے کہا ہے کہ فلاں وقت میں یہ اور ایسی نماز پڑھنی ہے اور فلاں وقت میں یہ اور یوں نماز پڑھنی ہے۔ تو جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور جسے قرآن سب سے زیادہ آتا ہو، وہ امامت کرائے۔ تو جب انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن کو جاننے والا کوئی نہ تھا، کیونکہ میں شتر سواروں سے سیکھا کرتا تھا۔ تو انھوں نے مجھے امامت کے لیے اپنے آگے کھڑا کر لیا، جبکہ میں صرف چھ سات برس کا تھا۔ میری ایک ہی چادر تھی، جب میں سجدے میں جاتا تو وہ اکٹھی ہو جاتی۔ تو قبیلے کی ایک عورت نے یہ صورت دیکھ کر کہا کہ اپنے اس قاری کی شرم گاہ کو ہم سے کیوں نہیں چھپاتے؟ تو پھر انھوں نے میرے لیے ایک کپڑا خریدا اور اس سے کاٹ کر میری قمیص بنائی، میں کسی چیز سے کبھی اتنا خوش نہیں ہوا جتنا اس قمیص سے ہوا۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دلیل وشاہد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد بھی جبکہ پردے کے احکام اترے عرصہ بیت گیا تھا۔ عورتیں مسجد میں آتیں، اور نہ صرف آتیں، بلکہ مردوں کو مشورے بھی دیتی تھیں۔

مسجد میں عورتوں کا مردوں کے ہمراہ ہونا

اس قسم کے بے شمار واقعات احادیث کی کتب میں وارد ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نامحرم مرد اور عورتیں مسجد میں آتے، ایک دوسرے سے بات چیت کرتے تھے۔ مثلاً:

۳۔عنِ بنِ شهاب اَخبَرَنِي عُروَةُ بنُ الزُّبَيرِ، ''ابن شہاب کہتے ہیں کہ عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا

أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ تَقُوْلُ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِي يُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فِيْ قَبْرِهِ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا سَكَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيْبٍ مِنِّيْ: أَيْ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، مَاذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ آخِرِ قَوْلِهِ؟ قَالَ: ''قَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ''. (سنن النسائی، رقم ۲۰۶۲)

کہ انھوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماء رضی اللہ عنہا کو سنا کہ وہ بتا رہی تھیں کہ آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو قبر کے فتنوں کے بارے میں بتا رہے تھے جو آدمی کو قبر میں لاحق ہوں گے۔ جب آپ نے یہ باتیں بتائیں تو لوگ روتے ہوئے چیخنے لگے، ان کی چیخیں میرے سننے میں رکاوٹ بن گئیں کہ میں آپ کا کلام سمجھ سکوں۔ جب ان کا شور تھما، تو میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے کہا: اے بھائی، اللہ تمھارا بھلا کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بات کیا کہی تھی؟ تو اس آدمی نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے وحی سے یہ بتایا گیا ہے کہ تم لوگ دجال کے فتنے کے قریب آنے پر قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دلیل وشاہد

اس حدیث میں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ خطبۂ نبوی سنتے وقت مرد اور عورتیں قریب قریب بیٹھے تھے۔

میاں بیوی کا لعان غیر مردوں کے سامنے

اس حدیث کو بیان کرتے وقت امام بخاری رحمہ اللہ نے باب ہی یہ باندھا ہے کہ 'باب القضاء واللعان في المسجد بين الرجال والنساء'، یعنی لعان اور اس کا فیصلہ مسجد میں مردوں اور عورتوں کے سامنے۔

۴۔عن سهل بن سعد، أن رجلاً قال: يا رسول اللّٰه، أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقتله؟ فتلاعنا في المسجد وأنا شاهد. (بخاری، رقم ۴۲۳)

''سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کا کیا حکم ہوگا، اگر کوئی آدمی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھے، تو آیا اسے قتل کر دے۔ تو (آپ کے فیصلے کے مطابق) ان دونوں میاں بیوی نے مسجد میں لعان کیا اور سہل کہتے ہیں کہ میں وہاں موجود (یہ کارروائی دیکھ رہا) تھا۔''

دلیل وشاہد

اس حدیث کے مطابق آپ نے عورت کی موجودگی کی وجہ سے مردوں کو مسجد سے نہیں نکالا۔ بلکہ ان کی موجودگی میں ہی جنس سے متعلق ایک معاملے میں مقدمے کا فیصلہ کیا اور پھر ان سے لعان کرایا۔

عورت کی مسجد میں سکونت

۵۔عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ وَلِيْدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ، فَأَعْتَقُوْهَا، فَكَانَتْ مَعَهُمْ، قَالَتْ: فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُوْرٍ، قَالَتْ: فَوَضَعَتْهُ – أَوْ وَقَعَ مِنْهَا – فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ، قَالَتْ: فَالْتَمَسُوْهُ، فَلَمْ يَجِدُوْهُ، قَالَتْ: فَاتَّهَمُوْنِي بِهِ، قَالَتْ: فَطَفِقُوْا يُفَتِّشُوْنَ حَتّٰى فَتَّشُوْا قُبُلَهَا، قَالَتْ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ، إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ، قَالَتْ: فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ، قَالَتْ: فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِيْ اتَّهَمْتُمُوْنِي بِهِ، زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ، وَهُوَ ذَا هُوَ، قَالَتْ: فَجَاءَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ – أَوْ حِفْشٌ – قَالَتْ: فَكَانَتْ تَأْتِيْنِي فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ، قَالَتْ: فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِيْ مَجْلِسًا، إِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ أَعَاجِيْبِ رَبِّنَا ...أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِيْ

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكِ، لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِيَ مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هٰذَا؟ قَالَتْ: فَحَدَّثَتْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. (بخاری، رقم۴۳۹)

”سیدہ عائشہ فرماتی ہیں، عربی قبیلے کی ایک سیاہ فام لونڈی تھی، جسے انھوں نے آزاد کر دیا ہوا تھا، لیکن وہ ان کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ تو ایک دن اسی قبیلے کی ایک بچی اس آزاد کردہ لونڈی کے پاس آئی، اس نے سرخ لڑیوں والا ہار پہنا تھا۔ اس بچی نے وہ ہار اتارا یا خود ہی گر گیا تھا۔ تو جب وہ ہار نیچے گرا ہوا تھا، تو ایک چیل آئی، اس نے اسے گوشت خیال کر کے جھپٹا مارا اور لے اڑی۔ قبیلے والوں نے وہ ہار بہت ڈھونڈا پر نہ ملا۔ جب وہ ہار نہ ملا تو انھوں نے اس کا الزام میرے اوپر لگا دیا، اور میری تلاشی لینے لگے۔ حتیٰ کہ میری حیا والی جگہ کی بھی تلاشی لی۔ ابھی میں تلاشی کے بعد ان کے پاس ہی کھڑی تھی کہ اچانک وہی چیل پھر آئی اور اس نے وہ ہار زمین پر گرا دیا، اور وہ ان کے درمیان میں آ گرا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ یہ رہا وہ ہار جس کا تم مجھے الزام دے رہے تھے، جبکہ میں اس سے بری ہوں۔ اب اسے سنبھال لو۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور مسلمان ہوگئی۔ حضرت عائشہ فرماتی

www.javedahmadghamidi.com

ہیں کہ اس کا مسجد میں خیمہ یا کٹیا تھی (جس میں وہ رہتی تھی)۔ وہ میری پاس آتی تو مجھ سے باتیں کرتی، اور جب بھی میرے پاس بیٹھتی تو یہ شعر ضرور پڑھتی (جس کا ترجمہ ہے):

ہاروالا دن میرے رب کے کرشموں میں سے ہے
سنو، اللہ نے مجھے کفر کی بستی سے نکالا ہے

تو سیدہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے، تم جب بھی میری پاس آتی ہو یہ شعر ضرور پڑھتی ہو۔ تو پھر اس نے یہ (ہار اور چیل والی) کہانی مجھے سنائی۔''

دلیل وشاہد

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک اکیلی عورت مسجد میں خیمہ یا کٹیا میں سوتی تھی، امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے، وہ عورت کا مسجد میں سونا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

لباس کی ایک مشکل کے باوجود عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا گیا

٦۔عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أُزْرِهِمْ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ، كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ، وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ: لَا تَرْفَعْنَ رُءُ وسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا. (بخاری، رقم ٣٦٢)

''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچوں کے کپڑا باندھنے کی طرح اپنی تہ بند گردن سے باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اس لیے عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ وہ اس وقت تک اپنے سر نہ اٹھائیں جب تک کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں۔''

دلیل وشاہد

ہجرت کے بعد، اور ویسے بھی صحراے عرب کے بادیہ نشین ہونے کی وجہ سے صحابہ غربت اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ اس لیے ان میں سے بہتوں کے پاس ایک ہی چادر ہوتی تھی، جسے وہ یوں باندھ لیتے تھے کہ بدن اور ستر دونوں ڈھک جائیں۔ لیکن سجدہ میں چادروں کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ستر عیاں ہو جاتا تھا۔ اس لیے عورتوں کو سجدہ سے سر اٹھانے میں دیر کرنے کا حکم ملا۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ویسی علیحدگی ہوتی جیسا ہم آج دین کا حکم سمجھتے ہیں تو یقیناً آسان حکم یہ تھا کہ عورتیں مسجد ہی میں نہ آیا کریں۔ تو باوجود اس کے کہ معاملہ مردوں کے ستر کے

کھلنے کا تھا، ـــــ اور معلوم ہے کہ صنفی امور ہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ ہی سے مرد و عورت کو علیحدہ رکھا جاتا ہے، ـــــ عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہیں روکا گیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک عورت کو خود آمادۂ گفتگو کرنا

۷۔عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ، فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ، فَقَالَ: مَا لَهَا لَا تَكَلَّمُ؟ قَالُوا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، قَالَ لَهَا: تَكَلَّمِي، فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ، هٰذَا مِنْ عَمَلِ الجَاهِلِيَّةِ، فَتَكَلَّمَتْ، فَقَالَتْ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: امْرُؤٌ مِنَ المُهَاجِرِينَ، قَالَتْ: أَيُّ المُهَاجِرِينَ؟ قَالَ: مِنْ قُرَيْشٍ، قَالَتْ: مِنْ أَيِّ قُرَيْشٍ أَنْتَ؟ قَالَ: إِنَّكِ لَسَئُولٌ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَتْ: مَا بَقَاؤُنَا عَلَى هٰذَا الأَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِي جَاءَ اللّٰهُ بِهِ بَعْدَ الجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ: بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ، قَالَتْ: وَمَا الأَئِمَّةُ؟ قَالَ: أَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُءُوسٌ وَأَشْرَافٌ، يَأْمُرُونَهُمْ فَيُطِيعُونَهُمْ؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَهُمْ أُولٰئِكِ عَلَى النَّاسِ.

(بخاری، رقم ۳۸۳۴)

''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبیلہ احمس کی ایک خاتون کے پاس تشریف لے گئے، جس کا نام زینب تھا، انھوں نے دیکھا کہ وہ کوئی بات ہی نہیں کر رہی ہے۔ تو انھوں نے کہا: اس کو کیا ہے بولتی نہیں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خاموش حج کی نیت سے آئی ہے۔ ابوبکر صدیق نے اس سے کہا: باتیں کرو، خاموش حج جائز نہیں ہے، یہ اسلام سے پہلے کی باتیں ہیں۔ تو وہ باتیں کرنے لگی۔ اس نے آپ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں مہاجرین میں سے ہوں۔ اس خاتون نے کہا: کن مہاجرین میں سے؟ آپ نے کہا: قریشیوں میں سے۔ اس نے کہا: قریش کے کس گھرانے میں سے؟ آپ نے کہا: تم تو بہت سوال کرتی ہو۔ میں ابوبکر ہوں۔ تو اس عورت نے کہا کہ ہم اس خیر پر کب تک رہیں گے جو اللہ نے جاہلیت کے بعد ہمیں عطا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس خیر پر اس وقت تک قائم رہو گے، جب تک تمھارے ائمہ تم کو اس پر قائم رکھ پائیں گے۔ اس نے کہا: یہ ائمہ کیا ہوتے ہیں؟ آپ نے کہا: کیا تمھاری قوم کے سردار اور اشراف نہیں ہیں، جو لوگوں کو حکم دیتے اور وہ ان کی اطاعت کرتے ہیں؟ عورت نے کہا: ہاں، ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، یہی وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے ائمہ ہیں۔''

دلیل و شاہد

ابوبکر صدیق اور وہ خاتون دونوں نامحرم تھے، لیکن انھوں نے باہم گفتگو کی، واقعہ کی تفصیلات سے معلوم ہو رہا ہے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کہ ابوبکر صدیق اور وہ خاتون کافی دیر مجلس میں رہے تبھی تو ان کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ بات کیوں نہیں کر رہیں، یقیناً ابوبکر صدیق نے قرآن کے بتائے ہوئے آداب کا خیال رکھتے ہوئے اس کے بارے میں یہ اندازہ لگایا ہوگا۔

عورت اور زراعت و باغبانی

صحیح مسلم میں ایک طلاق یافتہ عورت کی زراعت کے بارے میں ایک واقعہ یوں ملتا ہے، جو عدت کے دوران ہی پھل وغیرہ توڑنے کی اجازت طلب کرتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت دے دیتے ہیں۔

٨۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ: طُلِّقَتْ خَالَتِي، فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا، فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَلٰى فَجُدِّي نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسٰى أَنْ تَصَدَّقِي، أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا. (رقم ١٤٨٣)

''جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہوئی، اس نے چاہا کہ وہ اپنے باغ کی کھجوریں برداشت کریں، تو ایک آدمی نے میری خالہ کو ڈانٹتے ہوئے گھر سے نکلنے سے روکا۔ تو میری خالہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا: ہاں ہاں تم اپنے باغ سے پھل توڑو، جس کے بعد امید ہے تم صدقہ و زکوٰۃ بھی دو گی یا تم کوئی اور بھلا کام کرو گی۔''

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

دلیل و شاہد

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت کا کام کاج کے لیے نکلنے میں کوئی عیب نہیں ہے، یہاں تو صورت حال یہ ہے کہ عام حالات میں تو جائز ہونا الگ رہا، طلاق کی عدت کے دوران میں بھی ایسا ہوسکتا ہے، یہ نہایت اہم ہے۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ کا دایا کے گھر آنا جانا

٩۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ، فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ دَفَعَهُ إِلٰى أُمِّ سَيْفٍ، امْرَأَةِ قَيْنٍ يُقَالُ لَهُ أَبُو سَيْفٍ، فَانْطَلَقَ يَأْتِيهِ وَاتَّبَعْتُهُ، فَانْتَهَيْنَا إِلٰى أَبِي سَيْفٍ وَهُوَ يَنْفُخُ بِكِيرِهِ، قَدِ امْتَلَأَ الْبَيْتُ دُخَانًا، فَأَسْرَعْتُ

الْـمَشْـیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: یَا أَبَا سَیْفٍ أَمْسِكْ، جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَأَمْسَكَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّبِيِّ، فَضَمَّہُ إِلَیْہِ....(مسلم، رقم ۲۳۱۵)

''انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے بیٹا ہوا ہے، میں نے اس کا نام اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کے نام پر رکھا ہے۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کو ام سیف کے سپرد کر دیا، جو ایک لوہار کی بیوی تھی، جس کا نام ابو سیف تھا۔ تو آپ اس خاتون کے پاس آتے جاتے تھے، میں بھی آپ کے ساتھ وہاں جاتا، تو جب ہم وہاں پہنچتے تو ابو یوسف کے پاس آتے، جو اپنی انگیٹھی میں دھونک رہا ہوتا تھا، اور پورا گھر دھوئیں سے بھرا ہوتا تھا، تو میں نبی اکرم سے آگے آگے تیز چلتا اور ابو یوسف کو کہتا کہ ذرا رک جاؤ رسول اللہ تشریف لاتے ہیں۔ آپ جب آتے تو بچے کو طلب کرتے اور اسے سینے سے لگاتے تھے....''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دلیل وشاہد

ایک دایا کے ساتھ معاملہ کیا گیا، اور پیغمبر اسلام اور انس بن مالک ان کے گھر جاتے تھے۔ حالاں کہ یہ معاملہ خواتین کے ذریعے سے بھی ہو سکتا تھا۔

نامحرم کی تیمارداری

۱۰۔عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ أُمَّ العَلَاءِ، امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِمْ، بَایَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُمْ فِي السُّكْنٰی، حِیْنَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلٰی سُكْنَی الْمُهَاجِرِیْنَ، قَالَتْ أُمُّ العَلَاءِ: فَاشْتَكٰی عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهُ حَتّٰی تُوُفِّيَ، وَجَعَلْنَاهُ فِي أَثْوَابِهِ....(صحیح بخاری، رقم ۳۹۲۹)

''خارجہ بن زید کہتے ہیں کہ ام علاء انصار کی ایک خاتون جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اسلام کی بیعت کی تھی، نے بتایا کہ جب انصار کے لیے مہاجرین کے بارے میں سکونت کا قرعہ ڈالا گیا تو عثمان بن مظعون کی سکونت کا قرعہ ان کے گھرانے کے نام نکلا تھا، ام علاء نے بتایا کہ عثمان ان کے ہاں آ کر بیمار ہو گئے، تو میں نے ان کی وفات تک ان کی تیمارداری کی....''

دلیل وشاہد

ایک نامحرم آدمی کی تیمارداری ایک عورت نے کی اور وفات تک کرتی رہیں۔

باہر کے روزمرہ کے کام

١١۔عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ، وَمَا لَهُ فِي الْأَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوكٍ، وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ نَاضِحٍ وَغَيْرَ فَرَسِهِ، فَكُنْتُ أَعْلِفُ فَرَسَهُ وَأَسْتَقِي الْمَاءَ، وَأَخْرِزُ غَرْبَهُ وَأَعْجِنُ، وَلَمْ أَكُنْ أُحْسِنُ أَخْبِزُ، وَكَانَ يَخْبِزُ جَارَاتٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ، وَكُنْتُ أَنْقُلُ النَّوَى مِنْ أَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِي أَقْطَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِي، وَهِيَ مِنِّي عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ، فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوَى عَلٰى رَأْسِي، فَلَقِيتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ: إِخْ إِخْ لِيَحْمِلَنِي خَلْفَهُ، فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسِيرَ مَعَ الرِّجَالِ، وَذَكَرْتُ الزُّبَيْرَ وَغَيْرَتَهُ وَكَانَ أَغْيَرَ النَّاسِ، فَعَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي قَدِ اسْتَحْيَيْتُ فَمَضَى....

(بخاری، رقم ۵۲۲۴)

''ابوبکر صدیق کی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ زبیر رضی اللہ عنہ نے جب مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس سوائے ایک اونٹ اور گھوڑے کے کوئی مال تھا اور نہ غلام۔ میں اس گھوڑے کو چارہ ڈالتی، اور پانی پلاتی تھی، میں مشکیزے کی مرمت کرتی، آٹا گوندھتی، لیکن میں روٹی صحیح نہیں بناتی تھی، انصاری ہمسائیاں مجھے روٹی بنا دیتی تھیں، وہ نہایت راست باز خواتین تھیں۔ اور میں زبیر کی اس زمین سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دی تھی، وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر اٹھا کر گھر لاتی تھی، وہ زمین ہمارے گھر سے دو تہائی فرسخ (دو میل) کے فاصلے پر تھی۔ تو ایک دن میں آ رہی تھی، اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں، تو میں راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی، آپ کے ہمراہ انصار کا ایک گروہ تھا۔ آپ نے مجھے دیکھا تو اپنی طرف بلایا، پھر اونٹ کو بیٹھنے کی آواز منہ سے نکالی کہ مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیں۔ میں اس بات سے شرمائی کہ اتنے مردوں کے ہمراہ سفر کروں۔ اور مجھے زبیر اور ان کی غیرت کا خیال آیا، وہ بہت غیرت مند آدمی تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا کہ میں شرما رہی ہوں تو آپ مجھے ساتھ بٹھائے بغیر آگے چل دیے...''

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.org

دلیل و شاہد

اس حدیث میں تین باتیں ہیں:

- عورت کھیتی باڑی کے لیے دو میل تک کا سفر اکیلے کرتی ہے۔
- وہ مشکل اور مشقت بھرے کام کرتی ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مردوں کے ہمراہ ہونے کے باوجود انھیں ساتھ بٹھانا چاہتے ہیں۔

مجموعی تبصرہ

کسی بات کے ثبوت کے لیے ایک ہی نص بھی کافی ہوتی ہے۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں، جو کتب حدیث میں وارد ہیں، ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف گیارہ احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ جو اس بات کے ثبوت کے لیے کافی سے بھی زیادہ ہیں کہ اسلامی معاشرے میں عورت آداب و احکام الٰہی کا خیال رکھتے ہوئے کام کاج کر سکتی اور گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

نصوص قرآنی سے ہمارے استنباط کردہ نتائج فکر کی ان احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ ہم نے نصوص قرآنی سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ عورت کو گھر کے دائرۂ عمل میں بند نہیں کیا گیا، صرف اتنا کیا گیا ہے کہ باہر کا دائرۂ عمل کھلا رکھتے ہوئے کچھ آداب و احتیاط کے احکام دیے گئے ہیں۔

قرآن و حدیث سے مطابقت ہمارے نقطۂ نظر کی صحت کی علامت ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ 'قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ' کا حکم دراصل ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے اور 'جلابیب' کے گھونگھٹ نکالنے والا حکم ایک خاص وقتی حل کے لیے دیا گیا تھا۔ عام عورتوں کے لیے ضابطہ بس وہی ہے جو سورۂ نور میں بیان ہوا ہے۔ وگرنہ ان احادیث میں ایسے واقعات اس کثرت سے نہ آئے ہوتے۔

فصل ثالث

عورت، عمل اور توازن

اسلام میں چونکہ مالی بوجھ اصلاً شوہر پر ڈالا ہے۔ ان سے یہ مطالبہ شرعی طور پر کرنا مطلوب نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اگر

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اپنی کسی صلاحیت، شوق یا ضرورت کے پیش نظر میدان عمل میں آنا چاہیں تو ان کو کچھ امور کا خیال رکھنا ہے۔

پہلا ادب: لباس وحجاب کی پاک بازی

وہ احکام جن کا قرآن مجید اور سنت میں عمل کرنے کا کہا گیا ہے، ان کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اس ضمن میں لباس کے احکام اور مردوں کے سامنے جاتے وقت احتیاط کے جو احکامات دیے گئے ہیں، ان کا خیال رکھا جائے۔ اس میں کچھ امور کی تعلیم احادیث سے بھی ملتی ہے۔ جو اپنے مزاج اور روح میں قرآن ہی سے پھوٹے ہیں۔ جیسے آپ کا یہ فرمان کہ عورتیں خوشبو لگا کر مردوں میں نہ آئیں۔ یہ 'لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ' کی ایک صورت ہے۔

عَنْ زَيْنَبَ، امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَتْ: قَالَ لَـنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيْبًا. (صحیح مسلم، رقم ۴۴۳)

''عبداللہ بن مسعود کی اہلیہ زینب رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ نبی پاک نے ہم سے فرمایا: جب تم مسجد میں حاضر ہو تو خوشبو نہ لگاؤ۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دوسرا ادب: شرعی مطالبات کی پاس داری

زندگی میں کوئی بھی کام ایسا کرنا اسلامی اعتبار سے ناجائز ہے جو کسی عقیدے اور شرعی حکم کے خلاف ہو۔ حد یہ ہے کہ نہایت ضروری کام جیسے روزگار کا حصول، اکل طعام بھی ان حدود کے اندر رہ کر ہو گا، جو اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے مقرر کیے ہیں۔ اگر کوئی امتی ان حدود کی پاس داری کرتے ہوئے زندگی میں اپنی ضرورت اور اپنے شوق کے تمام داعیات کو پورا کرتا ہے تو اسلام کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کا کوئی کام جب شریعت کے خلاف نہ ہو تو کیسا ہی انوکھا کام کیوں نہ ہو وہ جائز ہے۔ مثلاً مداری کے تماشے کو جواز کی سند خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراہم کی ہے (البخاری ۱۴۲۲ھ) کی روایت ہے کہ:

عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهِ، أَنْظُرُ إِلٰى لَعِبِهِمْ. (رقم ۴۵۴)

''عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہیں اور حبشی مسجد میں کھیل دکھا رہے ہیں، (مجھے دیکھ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چادر کی اوٹ میں لے لیتے ہیں، اور میں ان کا کھیل دیکھتی رہی۔''

دینی تعلیمات کو بالعموم دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: حقوق اللہ اور حقوق العباد، جو شخص ان کی پابندی کرتے ہوئے کوئی بھی سنجیدہ، تفریحی، تخلیقی، اصلاحی، دینی، تحقیقی غرض کسی بھی نوع کا کام کرتا ہے تو اسلام کے مطابق وہ درست کرتا ہے۔ اور یہ ضابطہ مرد و عورت، دونوں کے لیے یکساں لاگو ہوتا ہے۔

تیسرا ادب: بنیادی اور ثانوی کاموں کا فرق

یہ بات ہر مرد و عورت کو سامنے رکھنی چاہیے کہ دین کی رو سے سماجی و دینی احکام کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو بنیادی ہیں، اور دوسرے وہ جو ثانوی ہیں۔ اگر کوئی شخص ثانوی احکام پر تو عمل کرے، مگر بنیادی کو چھوڑ دے تو یہ کسی طور پر درست نہیں ہے۔ خدا کے احکام جبلی تائید بھی رکھتے ہیں، مثلاً اگر جبلی طور پر دیکھیں تو حیض اور حمل، اور ولادت اور بعد از ولادت کچھ ایام عورت کے لیے کاموں میں کسی قدر حارج ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اولاد کی پرورش، انھیں دودھ پلانے سے لے کر بالغ ہونے تک کی بہت سی ذمہ داریاں جبلۃً مرد کے مقابلے میں عورت پر زیادہ آتی ہیں۔ لہٰذا مجبوری کے سوا ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ایک معصوم انسانی جان ماں کی محبت و التفات کو ترستی رہے، اور اس کی ماں محض کسی شوق یا کسی تفریح کے جذبے کے تحت کسی اور کام میں مشغول ہو۔ سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ ان دونوں میں توازن قائم رکھے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

نہ تفریح حرام ہے اور نہ دل چسپی کے کام، لیکن یہ فطری امر ہے کہ ضروری کاموں کو اپنی تفریح اور دل چسپی کی نذر نہ کیا جائے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کسی کے بیوی بچے گھر بھوکے بیٹھے ہوں اور وہ باہر گلی میں بیٹھا تاش کی بازی لگا رہا ہو، یا کرکٹ کے مزے لے رہا ہو۔ تفریح کی یہ صورت ناجائز ہے، اس لیے کہ یہ بنیادی کاموں کو فراموش کر کے کی جا رہی ہے۔ یہی معاملہ خواتین کا ہے کہ اگر انھیں کوئی مجبوری نہیں ہے، تو انھیں اس توازن کو برقرار رکھنا چاہیے۔ بہتر ہوگا کہ عورت اگر ماں ہے تو وہ اپنا شوق پورا کرے اور معاشرے کی خدمت ضرور کرے، مگر ماں والی ذمہ داریاں کماحقہٗ پورا کرتے ہوئے ایسا کرے۔ جب وہ اس عمر میں پہنچ جائے کہ وہ گھر در اور اولاد کی ذمہ داریوں سے آزاد ہو تو بلاشبہ پورے وقت (full time) کے لیے کام کرے۔ لیکن مرد پر چونکہ نان نفقے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے، لہٰذا اس کے لیے یہ بنیادی کام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے اس کام کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں پڑنا جائز نہیں ہوگا۔

تیسرا ادب: عورت اور نان نفقہ کی ذمہ داری

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا عورت پر نان نفقہ کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی، یہ ذمہ داری مرد پر ہے، مثلاً دیکھیے سورۂ نساء ۴: ۳۴، طلاق میں حق مہر کا حکم وغیرہ۔ ذیل کی حدیث میں قرآن سے معلوم اسی حق کو بیان کیا گیا ہے:

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عيله وسلم ... وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ. (صحیح مسلم، رقم ۱۲۱۸)

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی آخرالزماں نے فرمایا: عورتوں کا تم پر حق ہے کہ ان کی روزی اور لباس وغیرہ تم بھلے طریقے پر فراہم کرو۔''

البتہ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ عورت کو کمانا پڑے تو کما سکتی ہے۔ لیکن کوئی شخص عورت کو اس امر پر مجبور نہیں کر سکتا کہ عورت کمانے جائے۔ نہ اسے کمانے کے لیے ایسے امور میں ڈالا جا سکتا ہے کہ جو اس کی نزاکتِ طبع کے خلاف ہوں، اس کے نسوانی وقار کے خلاف ہوں۔ عورت اسلامی تہذیب میں علامتِ ناموس ہے۔ اسے گلی بازار میں اچھالا نہیں جا سکتا۔ وہ اعزاز سے رکھنے کی چیز ہے، اس کے ساتھ غیرت وابستہ ہے۔ یہ عربی زبان کے لفظ کی رو سے 'حفیظة'[8] ہے، جس کے حفاظت کی جاتی ہے۔ اسے اس کے شایان شان کاموں میں لگنا اور لگانا چاہیے۔ یہ گلی گلی رسوا کرنے کی چیز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ. (صحیح مسلم، رقم ۱۴۶۷)

''عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ایک پونجی (متاع حیات) ہے اور دنیا کی سب سے بڑھیا پونجی صالح عورت ہے۔''

لہٰذا ان کی صلاحیتوں اور ان کے مذاق وشوق کے اظہار کے لیے اچھے میدان ہائے عمل تخلیق کرنے چاہییں۔ جن میں کام کرتے وقت یہ رسوائی، دھکوں اور کسی قسم کی خرابی سے محفوظ رہیں۔ یہ قیمتی ترین متاع حیات ضائع نہ ہو جائے۔

۸۔ عرب 'حفیظة' اس چیز کو کہتے تھے جس کی حفاظت ان کی غیرت کا مسئلہ ہوتی تھی۔ کسی حماسی کا شعر ہے:

إِذًا لَقَامَ بِنَصْرِي مَعْشَرٌ خُشُنٌ ...عِنْدَ الْحَفِيظَةِ إِنْ ذُو لُوثَةٍ لَانَا

ادبیات

خیال و خامہ

جاوید احمد غامدی

○

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مری جستجو کا حاصل وہ نواے صبح گاہی
کہ گریز پا ہے جس سے شب غم کی ہر سیاہی

وہ کلام حق کہ جس نے رہ حق تجھے دکھائی
تجھے کیا خبر کہ کیا ہے؟ ترا دین خانقاہی

میں کہاں گریز کرتا کہ ازل سے روبرو تھی
مرے علم کی شہادت، مرے ذوق کی گواہی

یہ ترا جہاں نہیں ہے، تو اگر سنے تو کہہ دوں
کہ فریب دے رہی ہے تجھے تیری کم نگاہی

نہ رہا وہ حسن قامت، نہ وہ سر رہا سلامت
ہے مگر ہنوز باقی ترا شوق کج کلاہی

یہ عجیب ماجرا ہے کہ وہی بجھا رہے ہیں
میں چراغ لے کے پہنچا تو بھٹک رہے تھے راہی

وہی خواب ہیں ابھی تک، کوئی پھر اتار لائے
جو کبھی زمیں پہ اتری وہ خدا کی بادشاہی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"

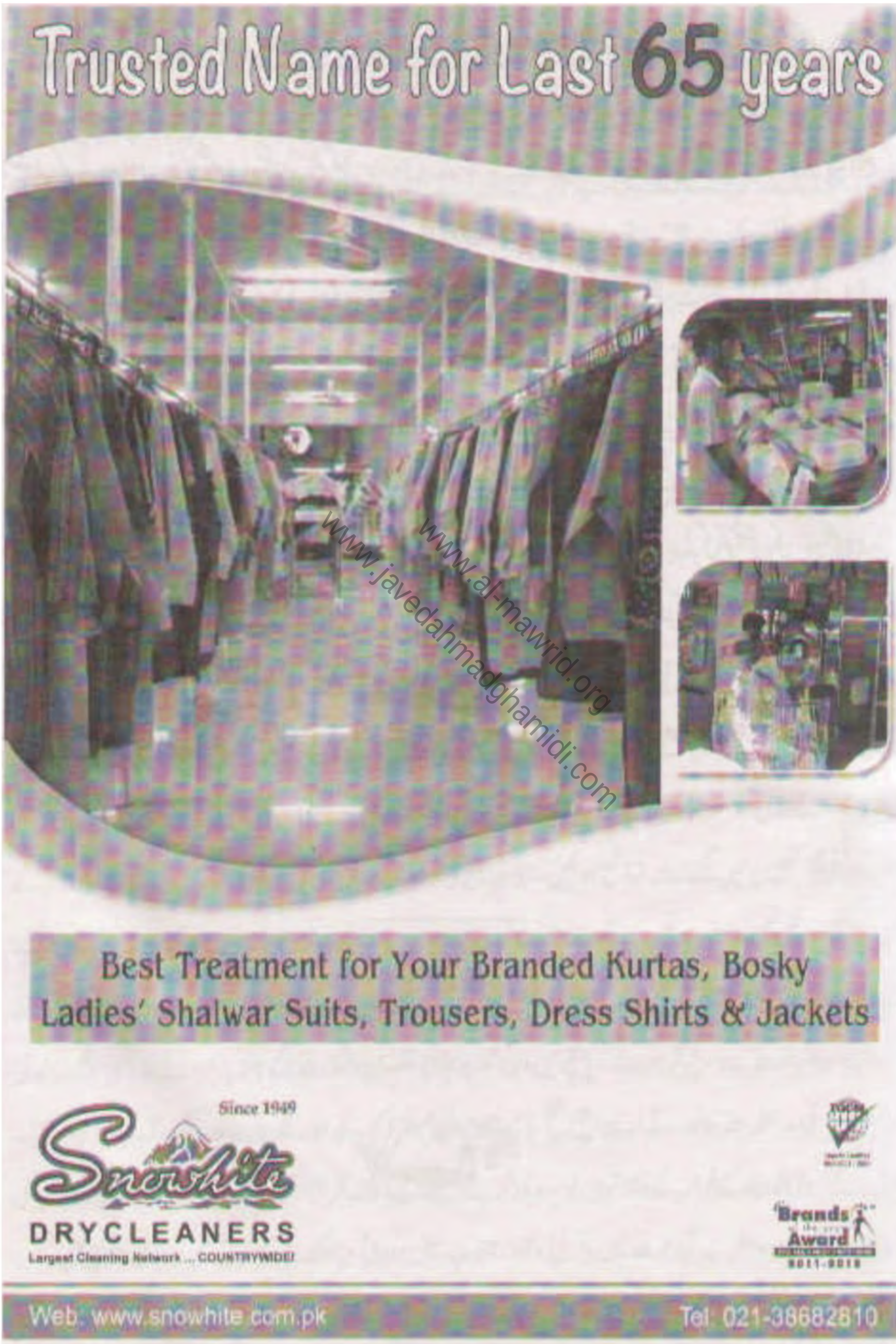

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

Monthly
ISHRAQ
Lahore

March 2017
Vol.29 No.3
Regd. No. CPL- 183

Publisher : Javed Ahmad Ghamidi Printers : Qaumi Press, 50 Lower Mall Lahore